SOLIS

مستقبل کی راہ

ایک پائیدار سماجی نظام کا خاکہ

System of Learning, Integrity & Sustainability

SOLIS

SOLIS — مستقبل کی راہ
کلاسیکی نسخہ · اردو · اکتوبر 2026

لائسنس: CC BY-SA 4.0 (creativecommons.org/licenses/by-sa/4.0)۔ آپ اس تصنیف کو کاپی، شیئر، ترجمہ اور تبدیل کر سکتے ہیں، بشرطیکہ آپ لنک کے ساتھ «SOLIS — مستقبل کی راہ» کا حوالہ دیں اور اپنی تبدیلیاں اسی لائسنس کے تحت شیئر کریں۔

آن لائن پڑھیں اور آگے بڑھائیں: xfuturex.netlify.app/ur

نظر ثانی شدہ نسخہ، جس کا خاکہ ایک انسان نے بنایا اور لکھا اور جس پر مصنوعی ذہانت کی مدد سے نظر ثانی کی گئی۔ ہر لفظ مصنف نے پرکھا ہے اور وہی اس کا ذمہ دار ہے۔ یہ ترجمہ جرمن اصل متن سے مصنوعی ذہانت کی مدد سے کیا گیا ہے اور ابھی تک اردو بولنے والوں نے اس کا جائزہ نہیں لیا۔

فہرست

چودہ ابواب

01 **بنیاد** 6
رائج نظاموں کی بند گلی 8
دو پیمانے پر کھڑی انسانیت 11
پانچ اخلاقی بنیادیں 14
تنگ نظر اور وسیع آزادی 19
تصنیف کا طریقہ اور ساخت 20

02 **معاشرہ اور طاقت کا نظام** 23
بنیادی حقوق اور ان کے درمیان توازن 24
طاقت کا نظام: حلقہ، ذرائع ابلاغ اور تعبیر پر اختیار کا سوال 27
عوامی دائرہ 39
نظام کیسے بدلتا ہے 43

03 **قانون اور انصاف** 45
اخلاق اور قانون کی دو سطحی ساخت 46
ایک جیسا قانون سب پر کیوں ہر جگہ نہیں لگتا 47
انتقام کی جبلی حد 48
بحالی پر مبنی انصاف 49
منصفانہ مقدمہ اور قانون کے سامنے برابری 50
بنیادوں کے بارے میں کھلی عدالتی تعبیر 51
پیمانوں کے درمیان 52
فیصلہ کون کرتا ہے 53
جبر کی حد 54

04 **سلامتی، دفاع اور امن** 56
تلوار کس کے ہاتھ میں ہے 57
حلقہ بند طاقت کا ڈھانچا 58
پولیس، ریاست اور تعمیر اندرونی سلامتی 59
استثنا جو خود کو ختم کرے 60
حملے کے بعد بیرونی دفاع 61

زمین کا دفاع اور شہری دفاع 63
امن ایک فعال اور محنت کے طور پر 65

05 معیشت اور وسائل 66
ملکیت اور مشترکہ وسائل 67
بنیادی فراہمی اور قدری چوٹیں 70
اجارے، سرمایہ اور احتراع 81
تقسیم اور حصہ داری 84
تقسیم کا انصاف 87
گڑھے کا تحفظ 90
گردشی معیشت اور توانائی 93
عالمی معاشی تعاون 94

06 کرۂ ارض، ماحولیات اور بحالی 97
کرۂ ارض کی حدیں 98
محض تحفظ کے بجائے بحالی 99
بند دائرہ 100
زندہ دنیا کا حق 101
زراعت اور خوراک 102
توانائی اور طویل مستقبل 103

07 تعلیم اور علم 105
حق اور بنیاد کے طور پر تعلیم 106
علم تک رسائی اور شفافیت 108
تخلیقی صلاحیت اور تنقیدی سوچ 110
اخلاقی تعلیم 112
عالمی علمی جال 114
117

08 صحت اور بہبود 119
سب کے لیے صحت کی سہولیات 120
مرمت کے بجائے بچاؤ 122
ذہنی صحت 124
سماجی صحت اور اجتماعیت 125
ڈیجیٹل صحت کے نظام 127
عالمی صحت کے جال 129
بڑھاپا اور رخصت 131

09 ثقافت اور معنی 133
زندہ ورثے کے طور پر ثقافت 134
فن، موسیقی اور ادب 136
روحانیت اور فلسفہ 137
رسومات اور اجتماعی تجربہ 139
معنی کی تخلیق اور انفرادی تشکیل 141
زندگی کی خوشی اور مزاح 142

عالمی ثقافتی تبادلہ 143
ثقافت کی آزادی اور متحرک شناخت 145

10 ٹیکنالوجی، مصنوعی ذہانت اور مستقبل 147
مستقبل کی تحقیق اور مستقبل ناموں کی منصوبہ بندی 148
اوزار کے طور پر ٹیکنالوجی 150
مصنوعی ذہانت اور انسانیت 152
ڈیجیٹل کنورجنس 155
باورا کے انسانیت اور شعور 157
خلائی تحقیق اور بین الکسیاروی اخلاقیات 159
خطرات اور آفات کا انتظام 161
کائنات میں انسانیت کا مقام 162

11 بچے اور خاندان 165
پیدائش اور ابتدائی بچپن 166
اور نشوونما 168
خاندانی ڈھانچے 170
محفوظ جگہیں اور جذباتی نشوونما 172
نوجوانی، شناخت اور خود شناسی 174

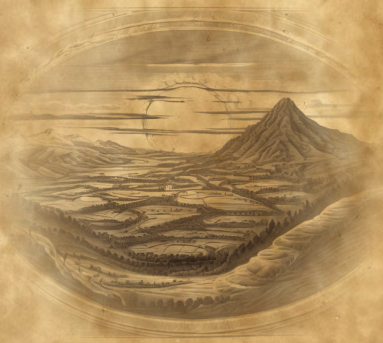
12 عمل درآمد اور منتقلی 177
موجودہ حالت سے SOLIS تک کا راستہ 178
تبدیلی کے مراحل 181
کردار، ذمہ داریاں اور مزاحمتیں 182
پرانی دولت کا کیا ہوتا ہے 187
ابلاغ اور قائل کرنا 189
بین الاقوامی پھیلاؤ اور مطابقت 191
راستے کو کس پیمانے سے ناپا جائے 193

13 عالمی نظام: قوموں کے درمیان SOLIS 195
سیاروی سطح پر حلقہ 196
ستاروی معاملات جو صرف مل کر کامیاب ہوتے ہیں 197
عالمگیر انصاف 198
وابستگی اور نقل مکانی 199
ایک مکمل جملی دنیا میں بقا 200
ایک متحد مگر یکساں نہیں انسانیت 201

14 خلاصہ اور آگے کی نظر 203
ایک نظر میں پانچ بنیادیں 204
ایک نظر میں پانچ جبر 206
SOLIS کی ضرورت کیوں ہے 210
حتمی جواب 212
انبیانیکیت کو پکار 214
اختتامیہ 216

باب

01



بنیاد

تصور کیجیے کہ آپ ایک بلند سطح مرتفع پر کھڑے ہیں۔ آپ کے سامنے ایک وسیع منظر پھیلا ہوا ہے، اور ہر سمت ایسے راستے جاتے ہیں جو مدتوں سے پامال ہو چکے ہیں: سرمایہ داری کی چوڑی شاہراہ، اشتراکیت کی تنگ پگڈنڈی، جمہوریت کے پچی کاری جیسے پیچ دار راستے، آمریتوں کے پتھریلے فوجی مارچ کے راستے۔ ان میں سے ہر راستے پر پوری پوری نسلوں کے قدموں کے نشان ہیں، ہر ایک کی اپنی تاریخ ہے۔ اور اگر آپ غور سے دیکھیں تو ان میں سے ہر ایک ایک ہی دیوار پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

ہم اس دیوار کو محسوس کرتے ہیں، چاہے اس کا نام نہ لیں۔ ہم اسے ان موسمیاتی رپورٹوں میں محسوس کرتے ہیں جو ایک کے بعد ایک آتی ہیں، جلتے جنگلوں اور حد سے زیادہ گرم سمندروں میں۔ ہم اسے امیر اور غریب کے اس فرق میں دیکھتے ہیں جو ہر بحران کے ساتھ اور بڑھ جاتا ہے، اور ان لوگوں میں جو نظر نہیں آتے اور جن کے لیے کام کی دنیا میں اب کوئی جگہ نہیں۔ ہم اسے ڈگمگاتی جمہوریتوں اور مضبوط ہوتی آمریتوں میں جھیلتے ہیں، کیونکہ اعتماد بکھر چکا ہے۔ اور ہم اس کی بو ختم نہ ہونے والی اطلاعات کی ڈیجیٹل دھند میں سونگھتے ہیں، ان الگورتھموں میں جو ہمارا وقت نگل جاتے ہیں، ہمارے خیالات کی سمت متعین کرتے ہیں اور ہماری انسانیت کو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔

یہ کتاب ایک ایسا راستہ کھینچنے کی کوشش ہے جو اس دیوار پر ختم نہ ہو۔ اس کا نام SOLIS ہے، اور یہ نہ کسی جماعت کا منشور ہے، نہ کوئی مذہب اور نہ کوئی ریاست۔ یہ ایک ایسے سماجی نظام کا خاکہ ہے جو اس صدی کے حالات کا سامنا کر سکے: ایک ایسا نظام جو تب بھی منصفانہ رہے جب اس میں بسنے والے انسان خطا کار ہوں، جو بحرانوں سے مضبوط ہو کر نکلے اور جو خود اپنی اصلاح کر سکے۔ خاکہ شروع ہونے سے پہلے یہ واضح ہونا چاہیے کہ اس کی ضرورت کیوں ہے۔

رائج نظاموں کی بند گلی

انسانیت نے اپنی تاریخ کے دوران کئی بڑے نظاموں کے خاکے پیدا کیے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ حقیقی کام انجام دیا ہے۔

سرمایہ داری نے خوشحالی اور ایجاد کی قوت کو بے مثال پیمانے پر آزاد کیا۔ ساتھ ہی اس نے زندگی کی قدرتی بنیادوں کو لوٹا اور معاشروں کو تقسیم کیا۔ اشتراکیت نے مساوات کے وعدے کو سنجیدگی سے لیا اور اپنی حقیقی صورت میں آزادی اور تخلیقی جذبے کا گلا گھونٹ دیا۔

جمہوریت نے انسانوں کو آواز دی، اور وہ وہاں اپنی حد کو جا پہنچتی ہے جہاں بہت سی آوازیں مل کر بے سمت شور بن جاتی ہیں جس میں خود اصلاح کا کوئی طریقہ کار موجود نہیں۔ آمریت نے عزم اور نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا، وقار اور تخلیقی قوت کی قیمت پر، جن کے بغیر کوئی معاشرہ زندہ نہیں رہتا۔

ان میں سے کوئی بھی خاکہ محض غلط نہیں۔ ہر ایک ایسی اندرونی حد تک پہنچ گیا ہے جسے وہ اپنی منطق سے پار نہیں کر سکتا۔ اور یہ حدیں آج اس لیے اتنی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں کہ جن حالات میں وہ نظام وجود میں آئے تھے، وہ بنیادی طور پر بدل چکے ہیں۔ ہمارے دور کے بڑے چیلنج اب نہ قومی ہیں، نہ ایک دوسرے سے الگ اور نہ سست۔ آب و ہوا کی تبدیلی، دولت کا ارتکاز، ڈیجیٹل ٹیکنالوجی سے آنے والی اتھل پتھل اور سچائی سے ایک مشترکہ تعلق کا زوال ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں اور اس سے زیادہ تیزی سے پھیلتے ہیں جتنی تیزی سے رائج ادارے انہیں سنبھال سکتے ہیں۔ ایک ایسا نظام جو ایک سست تر اور محدود تر دنیا کے لیے بنایا گیا تھا، ایک باہم مربوط اور تیز رفتار دنیا کو اب قابل اعتماد طریقے سے نہیں چلا سکتا۔ ہمارا سامنا کسی ٹوٹے ہوئے دندانے سے نہیں جسے بدلا جا سکے۔ ہمارا سامنا ایک ایسی مشین سے ہے جس کی ساخت اب حالات سے میل نہیں کھاتی۔

اس پس منظر میں SOLIS خود کو کوئی اور نظریہ نہیں سمجھتا۔ یہ اس بات کے ایک بے لاگ تجزیے کا جواب ہے کہ کیا کمی ہے، اور اس جواب کو چار ضرورتوں تک لایا جا سکتا ہے۔

پہلی بات، ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو انسان، کرۂ ارض اور ٹیکنالوجی کو توازن میں لائے، بجائے اس کے کہ ایک کو دوسرے کے تابع کر دے: نہ انسان کو فطرت سے بالاتر، نہ مشین کو انسان سے بالاتر، اور نہ معیشت کو ہر چیز سے بالاتر۔ دوسری بات، ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو قلیل مدتی منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے بجائے پائیداری، لچک اور مشترکہ بہبود پر مرکوز ہو۔ جو نمو اپنے ہی امکان کی بنیادوں کو کھا جائے، وہ ترقی نہیں۔ تیسری بات، ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو ایجاد کی حوصلہ افزائی کرے، اس کی اخلاقی حدود کو قربان کیے بغیر۔ وہ موجودہ دور کے سب سے طاقتور اوزاروں کو، مصنوعی ذہانت سے لے کر جینیاتی انجینئرنگ تک، انسان کی خدمت میں لگاتا ہے، بجائے اس کے کہ انسان کو ان کے حوالے کر دے۔ چوتھی بات، ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو قابلیت اور ضمیر کو یکجا کرے، اور یہ جبر، پیسے یا طاقت کے انبار سے نہیں بلکہ معنی اور مشترکہ سمت کے ذریعے ہو۔ تاریخ کی گہری ترین تبدیلیاں کبھی محض تکنیکی نہیں تھیں، بلکہ ہمیشہ ثقافتی اور اخلاقی تحریکیں بھی تھیں۔

یہ اعتراض فوراً ذہن میں آتا ہے کہ ایسا خاکہ یوٹوپیائی ہے۔ لیکن یہ کسی بہتر انسانیت کے مفروضے پر قائم نہیں۔ یہ اس ادراک پر قائم ہے کہ پہلے کی طرح چلتے رہنا ہی دراصل سب سے کم ممکن بات ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جس کی ماحولیاتی، تکنیکی اور جغرافیائی سیاسی تقدیر مشترک ہے، موجودہ کو آگے کھینچتے رہنا کوئی محفوظ راستہ نہیں بلکہ تمام امکانات میں سب سے پرخطر ہے۔ SOLIS انسانی تجربے کے پائیدار عناصر پر تعمیر ہوتا ہے، یعنی ایجاد کی صلاحیت، اخلاقی گہرائی اور فوری ذاتی مفاد سے آگے سوچنے کی اہلیت، اور انہیں جوڑ کر ایک ایسا نظام بناتا ہے جو بوجھ اٹھا سکے۔

دوراہے پر کھڑی انسانیت

انسانیت کے پاس اپنی تقدیر پر اتنی طاقت پہلے کبھی نہیں تھی۔ ہم جینز بدل سکتے ہیں، اس سیارے کو چھوڑ سکتے ہیں، ساری دنیا کو ایک ہی گفتگو میں بدل سکتے ہیں، اور وسائل کو اس پیمانے پر استعمال یا تباہ کر سکتے ہیں جو چند دہائیاں پہلے ناقابل تصور تھا۔ اور ہم کبھی کھائی کے اتنے قریب نہیں کھڑے تھے، کیونکہ جو طاقت ہم نے حاصل کی، اس کے ساتھ ساتھ حکمت، احتیاط اور اجتماعی شعور کو پروان

نہیں چڑھایا۔ اس لیے رائج نظاموں کا اپنی حدود تک پہنچ جانا کوئی مجرد تشخیص نہیں۔ یہ کئی بیک وقت جاری بحرانوں میں ظاہر ہوتا ہے، جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ بھاری ہے اور جو صرف آپس میں جڑ کر اصل تصویر بناتے ہیں۔

ماحولیاتی بحران سب سے بنیادی ہے، کیونکہ یہ ہر معاشرے کی مادی شرط سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک ایسی معیشت جو وسائل کو ان کی تجدید سے زیادہ تیزی سے خرچ کرے، اور آب و ہوا کے استحکام کو مفت تحفہ سمجھے، اپنی ہی بقا کی شرائط کو کھوکھلا کرتی ہے۔ ایک غیر مستحکم سیارے پر نہ کوئی خوشحالی اور نہ کوئی ترقی دیرپا طور پر محفوظ کی جا سکتی ہے۔ سماجی بحران دولت اور مواقع کے ایسے ارتکاز میں ظاہر ہوتا ہے جو معاشروں کی یکجہتی کو اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے۔ جہاں شرکت اور محرومی کے درمیان خلیج بہت بڑھ جائے، وہاں قانون کے سامنے برابری کا وعدہ اپنی قابل تجربہ بنیاد کھو دیتا ہے، اور اس کے ساتھ وہ اعتماد بھی جو ہر نظام کو تھامے رکھتا ہے۔ تکنیکی بحران اپنی نوعیت کا الگ بحران ہے، کیونکہ یہ صرف ذرائع کو نہیں بلکہ خود انسان کو بدلتا ہے۔ ڈیجیٹل سسٹم آج طے کرتے ہیں کہ لوگ کیا دیکھتے ہیں، کیسے رائے قائم کرتے ہیں اور اپنی توجہ کہاں لگاتے ہیں۔ جہاں یہ سسٹم صرف توجہ کو منافع میں بدلنے کا کام کرتے ہیں، وہاں ایک خاموش رہنمائی جنم لیتی ہے جو شعوری نگرانی کی گرفت سے باہر رہتی ہے۔

سیاسی بحران پچھلے بحرانوں سے پیدا ہوتا ہے۔ جہاں ادارے مسائل سے نمٹ نہیں پاتے، وہاں اعتماد گھٹتا ہے۔ جہاں اعتماد گھٹتا ہے، وہاں سادہ جواب طاقت پکڑتے ہیں، جو مشکل حالات کو حل نہیں کرتے بلکہ ڈھانپ دیتے ہیں۔ مستحکم جمہوریتیں ڈگمگانے لگتی ہیں، آمرانہ نمونے کشش حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ عمل کی صلاحیت کا وعدہ کرتے ہیں۔ آخر میں معنی کا بحران سب سے کم دکھائی دیتا ہے، مگر سب سے گہرا اثر کرتا ہے۔ ایک ایسا نظام جو انسان کو بنیادی طور پر صارف، افرادی قوت اور ڈیٹا پوائنٹ کے طور پر مخاطب کرے، ایک ایسا سوال بے جواب چھوڑ دیتا ہے جسے خاموش نہیں کرایا جا سکتا: یہ سب کس لیے ہے۔ ہم اب نہیں جانتے کہ کتنا کافی ہے، کیا اچھا ہے اور «ہم» کا مطلب کیا ہے۔ صارفیت معنی کی جگہ لے لیتی ہے، دل بہلاوا سنجیدہ غور و فکر کی جگہ لے لیتا ہے، کارکردگی انسانیت کی جگہ لے لیتی ہے۔ معنی کے سوال کے پائیدار جوابات کے بغیر وہ اندرونی سہارا بکھر جاتا ہے جس سے معاشرے اپنی مزاحمت کی قوت حاصل کرتے ہیں۔

ان بحرانوں کو نہ الگ الگ حل کیا جا سکتا ہے اور نہ ایک کے بعد ایک، کیونکہ یہ ایک دوسرے پر منحصر ہیں۔ یہی ایک یکجا خاکے کی دلیل ہے: جو نظام ماحولیات، معیشت، قانون، تعلیم، ثقافت اور ٹیکنالوجی کو الگ الگ محکموں کے طور پر دیکھے، وہ انہی جوڑوں پر ناکام ہوگا جہاں

اصل مسائل موجود ہیں۔ اسی لیے SOLIS کسی ایک اصلاح سے نہیں بلکہ مجموعی ربط سے آغاز کرتا ہے۔

پانچ اخلاقی بنیادیں

ہر دیرپا نظام کو ایک ایسی بنیاد درکار ہوتی ہے جو اس کے قوانین، ٹیکنالوجی اور اداروں سے زیادہ گہری ہو، کیونکہ یہ بدلتے رہتے ہیں جبکہ بنیاد کو بوجھ اٹھانا ہوتا ہے۔ یہ بنیاد نہ کنکریٹ سے بنی ہے، نہ پیسے سے اور نہ طاقت سے، بلکہ اقدار سے۔ SOLIS میں یہ بنیادیں پانچ ہیں۔ انہیں یہاں کسی عقیدے کے اعلان کے طور پر نہیں بلکہ مؤثر اصولوں کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے: ان میں سے ہر ایک کچھ نظاموں کو خارج کر دیتی ہے اور اداروں کی سطح پر کچھ مخصوص نتائج کا تقاضا کرتی ہے۔

• انسانی وقار

مرکز میں انسان ہے، بذات خود ایک قدر کے طور پر، کسی ذریعے کے طور پر نہیں: اس کی اصل، جنس، عمر، عقیدے یا کارکردگی سے قطع نظر۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سب انسان ایک جیسے ہیں، لیکن یہ

ضرور ہے کہ قدر میں سب برابر ہیں۔ جو نظام اس اصول کو سنجیدگی سے لیتا ہے، وہ انسانوں کو کارآمد اور بے کار میں تقسیم نہیں کر سکتا، اور کسی کو اس لیے نہیں چھوڑ سکتا کہ وہ غیر پیداواری سمجھا جاتا ہے۔ ڈیمنشیا میں مبتلا نوے سالہ خاتون کوئی بوجھ نہیں۔ وہ معاشرے کا حصہ ہیں جنہیں نگہداشت کا حق حاصل ہے۔ ایک پناہ گزین کوئی لاگت کا عنصر نہیں۔ وہ ایک انسان ہے جس کی اپنی تاریخ، اپنا درد اور اپنی امید ہے۔ ادارہ جاتی نتیجہ ایک ایسی بنیادی فراہمی ہے جو روزگار کی تاریخ پر منحصر نہ ہو، اور ایک ایسا قانون جو کمزور کی بھی اسی طرح حفاظت کرے جیسے طاقتور کی۔

• فرد اور اجتماعیت کا توازن

انسان نہ کوئی تنہا لڑاکا ہے اور نہ اجتماعیت کا محض ایک جزو۔ وہ ایک سماجی فرد ہے جسے پروان چڑھنے کے لیے آزادی اور پھلنے پھولنے کے لیے اجتماعیت کی ضرورت ہے۔ فرد کی آزادی وہاں ختم ہوتی ہے جہاں وہ اجتماعیت کی بھلائی کو تباہ کرے۔ اجتماعیت کی بھلائی کو اس طرح متعین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ فرد کے وقار کو کچل دے۔ یہ توازن کوئی ٹھہری ہوئی حالت نہیں بلکہ ایک زندہ رقص ہے جسے بار بار نئے سرے سے سنبھالنا پڑتا ہے۔ اس کے لیے ایسے اداروں کی ضرورت ہے جو یہی توازن قائم کریں، بجائے اس کے کہ یک طرفہ

فیصلہ کریں۔ کوئی کمپنی قلیل مدت میں زیادہ کمانے کے لیے ماحولیاتی معیارات سے کترا نہیں سکتی، کیونکہ اس سے اجتماعیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ لیکن اجتماعیت بھی لوگوں کے سروں کے اوپر سے یہ طے نہیں کر سکتی کہ سب کے لیے کیا اچھا ہے، شرکت، مکالمے اور احترام کے بغیر۔

• زمین کے لیے ذمہ داری

زمین نہ کسی منظر کا پردہ ہے اور نہ خام مال کا گودام۔ یہ وہ زندہ دنیا ہے جس پر ہر معاشرہ انحصار کرتا ہے: ایک جیتا جاگتا نظام جس پر ہم حکومت نہیں کرتے بلکہ جس کا ہم حصہ ہیں۔ اس سے ایسے استعمال کی پابندی لازم آتی ہے جو تجدید کی گنجائش چھوڑے، ماحولیاتی نظاموں میں ہر مداخلت پر انتہائی احتیاط، اور قدرتی بنیادوں کے تحفظ کو ایک بنیادی فریضہ سمجھنا، ضمنی موضوع نہیں۔ یہ اصول کوئی اخلاقی اضافہ نہیں بلکہ بقا کی شرط ہے: مرتے ہوئے سیارے پر نہ کوئی نظام، نہ کوئی خوشحالی اور نہ کوئی ترقی قائم رہ سکتی ہے۔ اسی سے واضح ہوتا ہے کہ SOLIS میں قدرتی بنیادیں نجی قبضے کی دسترس سے کیوں باہر ہیں، اور نظام کے فیصلوں میں زندہ دنیا کو اپنی ایک آواز کیوں ملتی ہے۔

علم و حکمت کا فروغ

SOLIS اپنے فیصلوں کی بنیاد طاقت، پیسے یا نظریے پر نہیں رکھتا بلکہ دستیاب بہترین علم پر، جو اخلاقی فیصلے سے جڑا ہو۔ اخلاق کے بغیر علم تباہ کن ہو سکتا ہے، علم کے بغیر طاقت اندھی ہے۔ دونوں کا ملاپ ہی بوجھ اٹھاتا ہے۔ اس سے مسلسل تحقیق، مفروضوں کی جانچ پڑتال کی گنجائش اور علم تک کھلی رسائی کی پابندی لازم آتی ہے۔ اور اسی سے یہ ادراک بھی کہ محض ذہانت کافی نہیں۔ ایسی دور اندیشی درکار ہے جو نسلوں تک کے نتائج کا خیال رکھے، اور ایسی عاجزی جو اپنی غلطی کو ممکن سمجھے۔ ان دونوں کو مل کر ہم حکمت کہتے ہیں۔

طویل مدتی لچک

کسی نظام کی قدر پرسکون اوقات میں نہیں بلکہ بحران میں ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے SOLIS کو مزاحمت کی صلاحیت پر تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ سیکھنے کے قابل ہے، کیونکہ اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ یہ مضبوط ہے، کیونکہ غیر مرکزی طور پر منظم ہے۔ اور یہ خود کو ڈھال سکتا ہے، کیونکہ ردعمل کو سنجیدگی سے لیتا ہے۔ ایک ایسا نظام صحت جو کسی وبا سے گزر جائے اور ٹوٹ کر نہ بکھرے۔ ایک ایسا بجلی کا گرڈ جو ایک حصے کی خرابی کو باقی حصوں سے سنبھال لے۔ ایسے باشعور عوام جو جھوٹ کو

اس کے اثر کرنے سے پہلے پہچان لیں۔ لچک ایسی دکھائی دیتی ہے۔ ماحولیاتی، جغرافیائی سیاسی اور تکنیکی بے یقینیوں سے بھرے مستقبل میں اس نظام کو صرف بچ نکلنا نہیں ہے۔ اسے دباؤ سے مضبوط تر ہو کر نکلنا ہے۔

یہ پانچ بنیادیں وہ پیمانہ ہیں جس پر ہر اگلے باب کو پرکھا جا سکتا ہے۔ یہی وہ قطب نما ہے جو ہر فیصلے کی سمت متعین کرتا ہے، اور ساتھ ہی اس بات کی شرط بھی کہ بہت سے الگ الگ ضوابط مل کر ایک نظام بنیں، پیوند کاری نہیں۔ اور یہ اداروں کے لیے قواعد سے بڑھ کر ہیں۔ یہ ایک رویہ بھی ہیں جس میں انسان رفتہ رفتہ ڈھل سکتے ہیں: ہر زندگی کا احترام، قول و فعل میں سچائی، اپنے عمل کی ذمہ داری، کمزوروں کا تحفظ، اور دوسرے کی آزادی کو اپنی آزادی کی شرط کے طور پر تسلیم کرنا۔ ہم تاش کے پتوں کا گھر نہیں بنا رہے۔ ہم ایک ایسی بنیاد رکھ رہے ہیں جو سو اور پانچ سو برس بعد بھی بوجھ اٹھائے: ایک جیتا جاگتا نظام جو بڑھ سکے، سیکھ سکے، ناکام ہو سکے، خود کو نیا کر سکے اور بار بار اٹھ کھڑا ہو سکے۔

تنگ مرکز اور وسیع آزادی

ایک غلط فہمی کو شروع ہی میں دور کر دینا چاہیے۔ SOLIS کا پانچ ناقابل سودا بنیادوں پر قائم ہونا اس بات کا مطلب نہیں رکھتا کہ وہ انسان کو بتاتا ہے کہ اس کی اچھی زندگی کس چیز میں ہے۔ یہ بنیادیں ایک تنگ، مضبوط مرکز ہیں۔ اس کے اوپر ایک بڑی آزادی ہے۔ معنی، خوشی اور تکمیل کیا ہیں اور کون سے راستے ان تک لے جاتے ہیں، یہ نظام طے نہیں کرتا بلکہ ہر انسان اور ہر برادری اپنے لیے طے کرتی ہے۔ جو نظام یہ بھی متعین کر دیتا، وہ کوئی ڈھانچا نہ رہتا بلکہ ایک ایسا نظریۂ حیات بن جاتا جو خود کو قانون کے منصب پر بٹھا لے۔ اسی لیے SOLIS سختی سے الگ کرتا ہے کہ کیا سب کے لیے ہے اور کیا ہر ایک کا اپنا ہے: ناقابل سودا چیزوں کا ایک تنگ فرش، اور اس کے اوپر تنوع کی وسعت۔ یہ تقسیم پوری تصنیف میں بار بار لوٹتی ہے، ثقافت سے لے کر عالمی نظام تک، اور یہی وجہ ہے کہ SOLIS تنوع سے ڈرتا نہیں بلکہ اسے اس کی ضرورت ہے۔

تصنیف کا طریقہ اور ساخت

اس تصنیف کا دعویٰ ایک خاص طریقۂ کار کا تقاضا کرتا ہے، اور مناسب ہے کہ الگ الگ شعبوں کو کھولنے سے پہلے اسے واضح کر دیا جائے۔

پہلا فیصلہ اصول اور ادارے کا ربط ہے۔ جو قدر کسی قابل جانچ قاعدے، کسی طریقۂ کار یا کسی ادارے میں ڈھالی نہ جائے، وہ بے اثر رہتی ہے۔ اسی لیے یہ تصنیف مطلوبہ حالات کی محض تصویر کشی پر اکتفا نہیں کرتی۔ جہاں تک ممکن ہو، وہ ان میکانزموں کا نام لیتی ہے جن کے ذریعے یہ حالات قائم رہتے ہیں، خاص طور پر اس صورت میں جب کچھ شرکا نظام سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اس لیے جہاں بھی کوئی اصول متعارف کرایا جائے، ہمیشہ یہ پوچھنا ہوگا کہ اسے کس طرح محفوظ بنایا جاتا ہے۔ دوسرا فیصلہ نظام کا خود اپنے اوپر اطلاق ہے۔ ہر سماجی نظام کا سب سے مشکل سوال یہ نہیں کہ وہ اپنے شہریوں پر کیسے حکومت کرتا ہے، بلکہ یہ کہ وہ اپنی ہی طاقت کو کیسے محدود کرتا ہے۔ SOLIS اس کا جواب کسی ایسے اعلیٰ ترین نگران ادارے سے نہیں دیتا جو خود بے لگام رہ جائے۔ وہ انہی اصولوں کو اپنے اداروں پر لاگو کرتا ہے: شفافیت، طاقت کی تقسیم، شہریوں

کے سامنے جواب دہی، قبضے سے تحفظ۔ یہی خیال طاقت کے نظام والے باب کو سہارا دیتا ہے اور پوری تصنیف میں لوٹ کر آتا ہے۔ تیسرا فیصلہ اپنے ہی خاکے کے ساتھ دیانت داری ہے۔ جہاں کوئی حل محض ایک قریبی تخمینہ ہے، تصنیف یہ بات کہہ دیتی ہے۔ جہاں کوئی راستہ ناکام ہو سکتا ہے، وہ خطرے کا نام لیتی ہے۔

اسی بنیاد پر تصنیف کی ساخت کھلتی ہے۔ یہ پہلا باب اخلاقی بنیاد رکھتا ہے۔ دوسرا باب طاقت کے نظام کا خاکہ پیش کرتا ہے: بنیادی حقوق، اداروں کا حلقہ اور عوامی دائرہ۔ تیسرا قانون کے بارے میں ہے، چوتھا سلامتی، دفاع اور امن کے بارے میں، پانچواں معیشت اور وسائل کے بارے میں، چھٹا زمین کے بارے میں۔ اس کے بعد تعلیم اور علم، صحت اور بہبود، ثقافت اور معنی، اور ٹیکنالوجی، مصنوعی ذہانت اور وسیع تر تناظر میں انسانیت کا مقام آتے ہیں۔ گیارہواں باب بچوں اور خاندانوں کے لیے ہے، اس بنیاد کے طور پر جس پر ہر دیرپا تبدیلی قائم ہوتی ہے، بارہواں موجودہ حالت سے اس نظام تک کے راستے کے لیے، تیرہواں دنیا کے ساتھ SOLIS کے تعلق کے لیے۔ ایک اختتامی باب بنیادوں اور اجزا کا خلاصہ کرتا ہے اور آگے کی طرف نگاہ ڈالتا ہے۔

باب دو سے تیرہ تک مارا نام کی ایک عورت ساتھ چلتی ہے۔ وہ فرضی ہے، اور دریا کنارے کا وہ شہر بھی جس میں وہ رہتی ہے۔ لیکن

اس کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے، وہ بالکل وہی ہے جس کا یہ کتاب خاکہ پیش کرتی ہے۔ اسی لیے وہ ہر باب کے آغاز میں موجود ہے: تاکہ نظام کو صرف سمجھا ہی نہ جائے بلکہ دیکھا بھی جائے۔

شعبے ایک دوسرے پر استوار ہوتے ہیں، لیکن ہر ایک الگ سے بھی سمجھ میں آتا ہے، اس لیے تصنیف کو شروع سے آخر تک بھی پڑھا جا سکتا ہے اور چن چن کر بھی۔ ہر انسان ایک ہی ترتیب میں نہیں سوچتا: کوئی ماحول کے راستے آتا ہے، کوئی تعلیم کے، کوئی معنی کے سوال کے۔ اسی لیے یہ تصنیف ایک جال ہے، کوئی پاڑ نہیں، اور پھر بھی آخر میں ایک ہی تصویر بناتی ہے۔ یہ تسلی دینے والی تحریر نہیں۔ یہ بحث کے لیے ایک خاکہ ہے، جو ان سب کے لیے لکھا گیا ہے جو صرف موجودہ کے انتظام کو نہیں بلکہ ایک بنیادی طور پر مختلف اور ساتھ ہی پائیدار نظام کو ممکن سمجھتے ہیں۔

باب

02



معاشرہ اور طاقت کا نظام

خط اپک منگل کو آیا۔ مارا، اکتالیس برس کی، دریا اور کناروں کے ادارے میں آبی انجینئر، ایک سال کے لیے قرعہ اندازی سے علاقے کی مجلس کے لیے چنی گئی تھی۔ اس نے کبھی کوئی عہدہ نہیں چاہا تھا، اور وہ انکار بھی کر سکتی تھی۔ اجلاس کے پہلے دن وہ ایک منتخب کسان اور قرعے سے چنی گئی ایک باورچن کے درمیان بیٹھی تھی، اور ان کے سامنے علاقے کا بجٹ رکھا تھا، جو ہر اس شخص کے لیے کھلا تھا جو اسے پڑھنا چاہے۔ «آپ کو کچھ جاننے کی ضرورت نہیں»، باورچن نے کہا، جو پہلے ہی دوسرے سال میں تھی۔ «آپ کو بس تب تک سوال پوچھتے رہنا ہے جب تک بات سمجھ نہ آ جائے۔ ہم اسی لیے تو یہاں ہیں۔»

بنیادی حقوق اور ان کے درمیان توازن

SOLIS کے مرکز میں ایک دوہرا وعدہ ہے: آپ آزاد ہیں، اور آپ محفوظ ہیں، ایک ایسی اجتماعیت کا حصہ جو نہ آپ کو کچلتی ہے اور نہ تنہا چھوڑتی ہے۔ یہ بات بدیہی لگتی ہے، پھر بھی موجودہ نظام اکثر ٹھیک اسی جگہ ناکام ہوتے ہیں۔ وہ ایسے حقوق کی ضمانت دیتے ہیں جو کاغذ پر مکمل ہیں اور زندگی کی حقیقت میں کھوکھلے رہتے ہیں: تعلیم کا حق، جہاں اسکول ٹوٹ پھوٹ رہے ہوں، صحت کا حق، جو دولت پر منحصر ہو، اظہار رائے کی آزادی، جسے معاشی یا الگورتھمی طاقت خاموش کر دے۔ SOLIS اس سے ایک بنیادی نتیجہ اخذ کرتا ہے: حقوق اتنے ہی مضبوط ہوتے ہیں جتنا ان کا عملی تحفظ۔ ان کا اعلان کر دینا کافی نہیں۔ انہیں روزمرہ زندگی میں محسوس ہونے کے قابل، قابل پیمائش اور عدالت میں قابل دعویٰ ہونا چاہیے۔

SOLIS جن بنیادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے، ان میں زندگی کا حق اور جسمانی و ذہنی سالمیت کا حق، رائے، عقیدے اور ضمیر کی آزادی، نیز نقل و حرکت، اجتماع اور تعلیم و پیشے کے انتخاب کی آزادی شامل ہیں۔ اس کے ساتھ باوقار زندگی کی مادی بنیادوں تک یقینی رسائی بھی: پانی، خوراک، رہائش، توانائی، تعلیم، صحت، شرکت۔ یہ آخری ضمانت

کوئی خیرات نہیں بلکہ باقی آزادیوں کی شرط ہے۔ بھوک سے مرجانا کوئی آزادی نہیں، اور وسائل نہ ہونے کی وجہ سے کسی قابل علاج بیماری سے مرجانا بھی کوئی آزادی نہیں۔ انسان سیے آگے بڑھ کر SOLIS قدرتی زندہ دنیا کے تحفظ کے اپنے حق کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ یہ حق کیسے نافذ ہوتا ہے، اس کی تفصیل زمین والے باب میں ہے۔

تاکہ یہ حقوق مجرد نہ رہیں، انہیں طریقہ ہائے کار اور اداروں میں پیوست کیا جاتا ہے، اور ان کی حقیقی کیفیت مسلسل جانچی جاتی ہے۔ بنیادی حقوق کی نگرانی شفافیت اور احتساب کے اس آزاد ادارے کا کام ہے جس کا تعارف یہ باب آگے کرائے گا۔ وہ باقاعدگی سے ناپتا ہے کہ لوگوں کی حقیقی آزادی اور وقار کا کیا حال ہے، قانون کی کتاب میں نہیں بلکہ زندگی کی حقیقت میں۔ جہاں یہ سامنے آئے کہ کچھ گروہ منظم طور پر محرومی کا شکار ہیں، وہاں عدم مساوات کم کرنے کے لیے مخصوص پروگرام شروع کیے جاتے ہیں۔ یوں کسی حق کی ضمانت میں اس کی تکمیل کو پرکھنے کی ذمہ داری بھی شامل ہوتی ہے۔

• مطلق فرش اور توازن کا طریقہ کار

سب سے مشکل معاملہ کسی ایک حق کی خلاف ورزی نہیں بلکہ دو حقوق کا آپس میں ٹکراؤ ہے۔ یہاں دانشمندانہ، موقع کی مناسبت سے کیے گئے فیصلے کا حوالہ کافی نہیں، کیونکہ وہ اصل فیصلے کو فیصلہ کرنے

والوں کی مرضی کے سپرد کر دیتا ہے۔ SOLIS اس مرضی کی جگہ ایک ایسا طریقہ کار لاتا ہے جس کی حدیں طے شدہ ہیں۔ سب سے پہلے ایک مطلق فرش ہے: انسان کا وقار اور اس کی جسمانی و ذہنی سالمیت تولنے کی چیز نہیں۔ یہ ایک ایسی دہلیز ہیں جس کے نیچے کسی بھلائی کا دوسری بھلائی سے حساب نہیں کیا جاتا۔ نہ مفاد عامہ کی کوئی دلیل اور نہ کارکردگی کا کوئی فائدہ ان کی خلاف ورزی کو جائز ٹھہراتا ہے۔

اس دہلیز سے اوپر ٹکراؤ تناسب کے ایک باضابطہ پیمانے کے مطابق طے کیے جاتے ہیں۔ جو کسی حق کو محدود کرنا چاہے، دلیل دینے کا بوجھ اسی پر ہے، اس پر نہیں جس کا حق محدود کیا جانا ہے۔ ہمیشہ سب سے نرم مؤثر ذریعہ اختیار کرنا ہوتا ہے۔ فیصلے کی وجہ علانیہ بیان کرنی ہوتی ہے، وہ اخلاقیات کونسلوں اور عدلیہ کی جانچ کے تابع ہوتا ہے، اور نظیر کے طور پر درج کیا جاتا ہے، تاکہ آئندہ ایک جیسے حالات کے ساتھ ایک جیسا سلوک ہو۔ یوں توازن ایک قابل فہم طریقہ کار بن جاتا ہے، جس کا فرش مضبوط ہے، ثبوت کا بوجھ واضح ہے اور جانچ ممکن ہے، نہ کہ نیک نیتی کا سوال۔

طاقت کا نظام: حلقہ

ایک مسئلہ ایسا ہے جو حکمرانی کی ہر شکل کی تاریخ میں بار بار لوٹتا ہے: طاقت خود کو برقرار رکھنے، خود کو مضبوط کرنے اور خود کو بچانے کا رجحان رکھتی ہے۔ وہ پیسے، اثر و رسوخ اور ساز باز کو کھینچتی ہے۔ وہ بند دائرے بناتی ہے جن میں مفادات ایک دوسرے پر پردہ ڈالتے ہیں۔ آخر کار اداروں کی دیانت، شہریوں کا اعتماد اور طویل مدت تک عمل کرنے کی معاشرے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔ جو نظام اس مسئلے کو حل نہیں کرتا بلکہ صرف کسی نئی جگہ منتقل کر دیتا ہے، وہ پائیدار نہیں۔

• داناؤں کی حکمرانی کیوں ناکام ہوتی ہے

آسان جواب یہ ہے کہ چوٹی پر سب سے ذہین اور سب سے دیانت دار لوگوں کو بٹھایا جائے، جنہیں ایک محتاط طریقے سے چنا جائے جو حکمت، زندگی بھر کی کارکردگی اور کردار کی مضبوطی کو پرکھے۔ یہ جواب دلکش ہے، اور تاریخ اسے رد کر چکی ہے۔ افلاطون کے فلسفی بادشاہ، چین کی مینڈرن افسر شاہی، لیننی ہراول دستہ: ان میں سے ہر خاکہ بہترین لوگوں کو چننے کے وعدے سے شروع ہوا اور طاقت کے ارتکاز پر ختم

ہوا۔ اس کی وجہ افراد کی ناکامی میں نہیں۔ وجہ ایک ساختی کمزوری میں ہے: حکمت اور دیانت کو معروضی طور پر ناپا نہیں جا سکتا۔ جہاں کوئی نظام انہیں انتخاب کا معیار بنا دیتا ہے، وہاں انتخاب کا طریقہ خود سب سے قیمتی چیز بن جاتا ہے، اور یوں قبضے کا ہدف۔ جو چھلنی پر قابو رکھتا ہے، وہ نظام پر قابو رکھتا ہے۔ اسی لیے یہ مطالبہ کہ «ہم بس اچھے لوگوں کو چن لیں گے» طاقت کے مسئلے کو حل نہیں کرتا۔ وہ اسے ایک ایسی جگہ منتقل کر دیتا ہے جس پر نظر رکھنا اور مشکل ہے۔

SOLIS اس سے ایک واضح نتیجہ نکالتا ہے: قیادت کرنے والے ادارے کی کسی خوبصورت تر تصویر کی جگہ ایک سخت میکانزم کو آنا ہوگا جو اسی رجحان کا مقابلہ کرے جس کی نشاندہی نظام خود کرتا ہے۔ یہ میکانزم اس بات میں ہے کہ کوئی چوٹی ہی نہیں۔

• چوٹی کے بجائے حلقہ

SOLIS میں چوٹی پر نہ کوئی صدر ہے نہ بادشاہ، نہ کوئی جماعت نہ کوئی کمپیوٹر۔ طاقت کو اہرام کی صورت میں نہیں بلکہ حلقے کی صورت میں بنایا گیا ہے: اداروں کا ایک دائرہ جو ایک دوسرے کی جانچ کرتے ہیں اور جن میں سے کسی کے پاس آخری فیصلہ نہیں۔ جو اس دائرے میں بندھا ہو، اسے اس تصنیف میں «حلقہ بند» کہا گیا ہے، ایک نئی

حالت کے لیے ایک نیا لفظ: جڑا ہوا، ایک دوسرے سے بندھا ہوا، اوپر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔

مجلسیں وہ جگہ ہیں جہاں قواعد جنم لیتے ہیں۔ نظام کی ہر سطح پر، محلے میں، علاقے میں اور ملک میں، وہ اپنے دائرہ کار کے قوانین اور بجٹ پر غور کرتی اور فیصلہ کرتی ہیں۔ ان کی رکنیت ملی جلی ہے: ایک حصہ منتخب افراد کا ہے جو اپنی تجاویز اور اپنے ظاہر کیے گئے تعلقات کی ذمہ داری لیتے ہیں، اور دوسرا حصہ ان شہریوں کا جنہیں قرعے نے چنا ہے۔ منتخب حصہ پروگرام اور جواب دہی لاتا ہے۔ قرعے سے چنا گیا حصہ معاشرے کو اس کی پوری وسعت کے ساتھ ایوان میں لاتا ہے اور ان گٹھ جوڑوں کو توڑ دیتا ہے جو ہر انتخاب کے گرد بن جاتے ہیں۔ کوئی گروہ اکیلے مجلس کو نہیں چلا سکتا، کیونکہ جس حصے کو قرعہ بھرتا ہے، اسے وہ نہ خرید سکتا ہے اور نہ پہلے سے اپنے ساتھ ملا سکتا ہے۔

میعادی دفاتر وہ کام انجام دیتے ہیں جس کا فیصلہ مجلسیں کرتی ہیں: وہ انتظام کرتے ہیں، تعمیر کرتے ہیں، فراہمی کرتے ہیں اور منظم کرتے ہیں۔ ان کی قیادت کھلے طریقے سے اہلیت کی بنیاد پر مقرر ہوتی ہے، میعادی ہوتی ہے، بدلتی رہتی ہے اور جواب دہ ہوتی ہے۔ کوئی عہدہ کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں۔ ہر عہدہ اسے ادھار دیا جاتا ہے اور پھر واپس لے لیا جاتا ہے۔

دانا کونسل ان اداروں میں سے ایک ہے، مگر ان کی چوٹی نہیں۔ اس کا کام طویل مدتی، کثیر شعبہ جاتی رہنمائی ہے، روزمرہ سوالوں کے افق سے آگے کی سوچ، جو دوسرے اداروں کو خاکے اور غور و فکر فراہم کرتی ہے۔ وہ مشورہ دیتی ہے، خاکے بناتی ہے اور خبردار کرتی ہے۔ وہ حکم نہیں دیتی اور اکیلے فیصلہ نہیں کرتی۔ اس کی طاقت رائے میں ہے، گرفت میں نہیں۔

اخلاقیات کونسلیں تمام سطحوں پر بنیادوں کی جانچ کرنے والے اداروں کا کام کرتی ہیں۔ وہ قانون سازی کی تجاویز اور دور رس فیصلوں کو صرف قانونی اور معاشی ہم آہنگی کے لحاظ سے نہیں بلکہ پانچ بنیادوں سے مطابقت کے لحاظ سے بھی پرکھتی ہیں۔ ان کے ارکان مختلف شعبوں سے آتے ہیں، سائنس، فلسفہ، فن، نگہداشت، دست کاری اور ان گروہوں سے جن کی بات ورنہ سنی نہیں جاتی، اور ان کے پاس جانچ کا ایک مضبوط حق اور ایک التوائی ویٹو ہوتا ہے۔ وہ ایسی پیش رفت کو روک سکتی ہیں جو نظام کی اقدار سے بنیادی طور پر متصادم ہو، اور معاملہ مجلس اور شہریوں کو لوٹا سکتی ہیں۔ یوں ان کے پاس اثر ہے، لامحدود طاقت نہیں۔

عدلیہ قانون کو لازمی طور پر اور سب کے لیے یکساں طور پر نافذ کرتی ہے۔ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ وہ اسے حلقے کے باقی اداروں پر بھی نافذ کرتی ہے۔ کوئی عہدہ اور کوئی ادارہ قانون سے بالاتر نہیں۔

آخر میں شفافیت اور احتساب کا ادارہ وہ بنیاد یقینی بناتا ہے جس کے بغیر حلقہ کام نہیں کر سکتا: معلومات تک کھلی رسائی۔ وہ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ فیصلے، رقوم کا بہاؤ اور مفادات کا ٹکراؤ قابل فہم اور قابل سراغ ہوں، وہ بنیادی حقوق کی حالت پر نظر رکھتا ہے، اور وہ اس بات کو روکتا ہے کہ کوئی ادارہ اکیلے علم پر قابض ہو کر دوسروں کو اندھا کر دے۔

یہ ادارے دائرے کی صورت میں ایک دوسرے کو قابو میں رکھتے ہیں۔ مجلس فیصلہ کرتی ہے، مگر اخلاقیات کونسلیں روک سکتی ہیں۔ دفتر عمل درآمد کرتا ہے، مگر عدلیہ اسے پابند کرتی ہے۔ دانا کونسل خاکہ بناتی ہے، مگر فیصلہ نہیں کرتی۔ احتسابی ادارہ سب کچھ دیکھتا ہے، مگر کوئی حکم نہیں دیتا۔ کوئی دوسروں کے بغیر عمل نہیں کر سکتا، کوئی دوسروں سے بالاتر نہیں، اور کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں نگرانی کی زنجیر ختم ہو جائے۔ یہی اہرام سے اصل علیحدگی ہے: جہاں کوئی چوٹی نہیں، وہاں قبضے کا کوئی بلند ترین ہدف بھی نہیں۔

سطحیں اور نچلی سطح کی ترجیح کا اصول

حلقہ ایک نہیں بلکہ بہت سے ہیں۔ نظام سطحوں میں بنا ہے، محلے سے شہر اور علاقے سے ہوتے ہوئے ملک تک، اور کرۂ ارض کی سطح تک، جس کا ذکر عالمی نظام والا باب کرتا ہے۔ ہر سطح خود ایک حلقہ ہے،

جس میں مجلس، دفاتر، اخلاقیات کونسل، عدلیہ اور احتسابی ادارہ ہیں۔ سطحوں کے درمیان نچلی سطح کی ترجیح کا اصول اپنی سخت صورت میں لاگو ہوتا ہے: اوپر کی سطح صرف وہی کر سکتی ہے جو نچلی سطح واقعی نہیں کر سکتی۔ فیصلے انسانوں اور معاملے کے جتنا قریب ممکن ہو کیے جاتے ہیں، اور طاقت نیچے سے اوپر کی طرف بہتی ہے، اس کے برعکس نہیں۔ کھیل کا میدان محلے کا معاملہ ہے، پانی صاف کرنے کا پلانٹ علاقے کا، اور آب و ہوا کا ہدف ملکوں کے اتحاد کا۔

• بیرونی لنگر کے طور پر شہری

جو حلقہ صرف اپنے ہی گرد گھومے، وہ ایک بند نظام ہی رہتا۔ اسی لیے حلقہ نیچے کی طرف عوام میں لنگر انداز ہے۔ شہری وہ واحد گروہ ہیں جو ادارہ جاتی دائرے سے باہر بیٹھی ہے، اور آئین ساز اختیار انہی کے پاس ہے: وہ حلقے کے اداروں کو برطرف کر سکتے ہیں، ان کی مخالفت کر سکتے ہیں اور انہیں نئے سرے سے بھر سکتے ہیں۔ دانا کونسل اور باقی تمام اداروں کے ارکان قابل واپسی مینڈیٹ پر خدمت کرتے ہیں۔ ان کا اختیار ادھار ہے، ملکیت نہیں۔ SOLIS میں طاقت کوئی انعام نہیں بلکہ ایک امانت ہے۔

شہری خود کیا فیصلہ کرتے ہیں اور کیا مجلسوں پر چھوڑتے ہیں، یہ ٹھیک ٹھیک طے ہے، تاکہ نہ ایک حد سے بڑھے نہ دوسرا۔ چار چیزیں

براہ راست شہریوں کی ہیں: خود نظام کی منظوری، اس کے مرکز کو کسی بھی طرح چھونا، اس کے اداروں کی برطرفی اور نئی تقرری، اور وہ سوالات جو کوئی مجلس ان کے سامنے رکھے یا جنہیں کافی حمایت والی کوئی درخواست ان تک کھینچ لائے۔ باقی سب کچھ، قوانین، بجٹ، منصوبے اور نظام کے روزمرہ معاملات، مجلسیں طے کرتی ہیں، جن میں قرعے کے ذریعے شہری ویسے بھی خود بیٹھے ہیں۔ یوں عوامی طاقت جڑ بنی رہتی ہے، بغیر اس کے کہ پانی کی ہر پائپ لائن ریفرنڈم کا موضوع بن جائے۔

مگر یہاں ایک خطرہ ہے جس سے SOLIS واضح طور پر بچتا ہے۔ خالص، براہ راست اکثریتی طاقت ٹھیک انہی قوتوں کو واپس لے آتی جنہیں نظام شروع ہی سے رد کرتا ہے: عوامیت پسندی، ہیرا پھیری، بازگشت کے کمرے، بے سمت آوازوں کا شور۔ اس کا جواب SOLIS پہلے ہی اپنے اندر رکھتا ہے۔ شہریوں کی طاقت کچے ووٹ کے طور پر استعمال نہیں ہوتی بلکہ مشاورتی شراکتی نظام کے ذریعے ترتیب پاتی ہے: باخبر، حقائق پر مبنی اور ہیرا پھیری سے محفوظ۔ شہریوں کے ہر فیصلے سے پہلے انہیں جانچی ہوئی اور متنوع معلوماتی بنیادیں، ماہرین کے فورموں تک رسائی اور اخلاقی غور و فکر میں مدد ملتی ہے۔ فیصلہ صرف اسی بنیاد پر ہوتا ہے۔ یوں عوامی طاقت جواز کی جڑ بنی رہتی ہے، عوامیت پسندی میں بدلے بغیر۔

یوں وہ سب جڑ جاتا ہے جو الگ الگ بوجھ نہیں اٹھاتا۔ طاقت ایک بے چوٹی حلقہ ہے، حلقہ عوام میں پیوست ہے، اور عوامی طاقت مشاورت کی چھلنی سے گزرتی ہے۔ یہی نظام کا خود اپنے اوپر اطلاق ہے: SOLIS خود پر انہی اصولوں کے مطابق حکومت کرتا ہے جن کے مطابق وہ معاشرے کو خود پر حکومت کرنے دیتا ہے۔

• قبضے کے خلاف کل پرزے

تاکہ یہ محض ایک اصول نہ رہے بلکہ ایک میکانزم بنا رہے، حلقہ چار ٹھوس اجزا پر قائم ہے۔

پہلا جزو قرعہ اندازی ہے۔ مجلسوں اور نگران اداروں کا ایک حصہ نہ منتخب ہوتا ہے نہ مقرر، بلکہ قدیم یونان کی بولے کونسل اور جیوری کی طرز پر شہریوں میں سے باری باری قرعے کے ذریعے بھرا جاتا ہے۔ قرعے کو پہلے سے رشوت نہیں دی جا سکتی۔ قرعے پر کوئی کیریئر نہیں بنایا جا سکتا۔ قرعے سے کوئی مستحکم گٹھ جوڑ نہیں بن سکتا۔ یہ نظام کا وہ عنصر ہے جو خریدا نہیں جا سکتا۔

دوسرا جزو مدت کی حدوں کے ساتھ لازمی گردش ہے۔ طاقت ہاتھوں سے گزرتی رہتی ہے، کہیں جم کر نہیں بیٹھتی۔ جہاں کوئی کسی جگہ اتنی دیر نہیں رہتا کہ اسے اپنی جاگیر بنا لے، وہاں کچھ بھی سخت ہو کر جمتا نہیں۔

تیسرا جزو برطرفی اور ازسرنو تشکیل کا حق ہے۔ دانا کونسل اور ہر دوسرا ادارہ شہریوں کی ایک منظم، باخبر اکثریت کے ذریعے تحلیل کر کے نئے سرے سے بھرا جا سکتا ہے۔ نگہبان اسی وقت تک خدمت کرتے ہیں جب تک ان کا مینڈیٹ قائم ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

چوتھا جزو معلومات پر اختیار اور فیصلے کی طاقت کی علیحدگی ہے۔ کوئی ادارہ بیک وقت یہ طے نہیں کر سکتا کہ کیا جانا جائے اور یہ فیصلہ بھی نہیں کر سکتا کہ کیا کیا جائے۔ شفافیت اور احتساب کا ادارہ یقینی بناتا ہے کہ علم کی بنیاد مشترک اور کھلی ہو، تاکہ کوئی گرہ معلومات پر اجارہ داری کے ذریعے دوسروں پر حاوی نہ ہو سکے۔

• قرعہ اور مہارت

اعتراض فوراً سامنے آتا ہے: اتفاق سے چنا گیا کوئی شہری ان معاملات پر کیسے رائے دے گا جنہیں وہ سمجھتا ہی نہیں؟ جواب اس کام میں ہے جو قرعہ انجام دیتا ہے۔ وہ ماہرانہ کام نہیں بھرتا بلکہ نگرانی کا کام۔ کسی کو بجلی گھر چلانے یا آپریشن کی قیادت کرنے کے لیے قرعے سے نہیں چنا جاتا۔ اسے چنا جاتا ہے جو یہ جانچے کہ چلانے والے اور قیادت کرنے والے دیانت داری سے، تناسب کے ساتھ اور بنیادوں کی روح کے مطابق عمل کر رہے ہیں یا نہیں۔ اس کے لیے کسی ماہرانہ تعلیم کی ضرورت نہیں بلکہ قوت فیصلہ، وقت اور اچھی معلومات

کی۔ آخری چیز کا انتظام احتسابی ادارہ کرتا ہے، جو قرعے سے بنے ہر ادارے کے ساتھ مختلف نقطہ ہائے نظر کے ماہرین مقرر کرتا ہے، جنہیں ایک دوسرے سے اختلاف کی اجازت ہے۔ جس کا نام نکلے، وہ خدمت کی مدت کے لیے کام سے فارغ کر دیا جاتا ہے، اور یہ خدمت حصہ داری شمار ہوتی ہے۔ جو نہ کر سکے یا نہ کرنا چاہے، وہ انکار کر سکتا ہے۔ جو قرعہ مجبور کرے، وہ اپنا وقار کھو دیتا۔ یوں اتفاق سے اناڑی پن نہیں بلکہ وہی چیز جنم لیتی ہے جو وہ جیوری میں صدیوں سے ہے: اجتماعیت کی وہ نگاہ جو خریدی نہیں جا سکتی۔

• دانا کونسل کا انتخاب

انہی اجزا سے اس سوال کا جواب بھی نکلتا ہے جس پر داناؤں کی حکمرانی ناکام ہوتی ہے: دانا کونسل کو اس طرح کیسے بھرا جائے کہ حکمت کی کوئی پوشیدہ چھلنی قبضے کا ہدف نہ بن جائے۔

SOLIS ایسے کسی ادارے سے دستبردار ہوتا ہے جو بند طریقے سے امیدواروں کی حکمت پر فیصلہ سنائے۔ اس کی جگہ کئی مرحلوں پر مشتمل ایک کھلا طریقہ کار آتا ہے۔ امیدوار وسیع پیمانے پر تجویز کیے جاتے ہیں اور علانیہ جانچے جاتے ہیں، ظاہر کیے گئے اور قابل اعتراض پیمانوں پر: ثابت شدہ قوت فیصلہ، زندگی بھر کی کارکردگی، ذمہ داری اٹھانے کی ثابت شدہ صلاحیت، نہ کہ «حکمت» کے لیے کسی

مبہم نمبر پر۔ اس طریقہ کار میں فیصلہ کن کردار قرعے سے بنا ایک شہری ادارہ ادا کرتا ہے، جو خود بھی بدلتا رہتا ہے اور اس لیے پہلے سے خریدا نہیں جا سکتا۔ آخری آئین ساز اختیار اور برطرفی کا حق شہریوں کے پاس رہتا ہے۔ مدتیں محدود ہیں، مینڈیٹ قابل واپسی۔ یوں حکمت کی ایک بار ہمیشہ کے لیے تصدیق نہیں کی جاتی۔ کونسل ہر وقت جواب دہ اور قابل تبدیلی رہتی ہے۔

• وقت کے دباؤ میں فیصلہ

مشاورت کو وقت درکار ہے، اور ہر صورت حال یہ وقت نہیں دیتی۔ کوئی وبا، کسی بند کا ٹوٹنا، بجلی کے گرڈ پر کوئی حملہ گھنٹوں میں فیصلے مانگتے ہیں، مہینوں میں نہیں۔ یہاں ہر نظام کا وہ لالچ گھات لگائے بیٹھا ہے کہ ضرورت کے نام پر ایک ایسا اختیار بنایا جائے جو قواعد سے بالاتر ہو، اور تاریخ بتاتی ہے کہ ایسے اختیارات شاذ ہی واپس کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے SOLIS استثنا کو اس طرح بناتا ہے کہ وہ خود اپنا خاتمہ کر لے۔ ہنگامی اختیارات ممکن ہیں، مگر وہ تنگ حدود میں بندھے، علانیہ، میعادی اور ایسی تاریخ تنسیخ کے ساتھ ہوتے ہیں جو مجلس کے نئے فیصلے کے بغیر بڑھائی نہیں جا سکتی۔ جزوی طور پر قرعے سے بنا ایک ادارہ ہر اقدام کی بعد میں جانچ کرتا ہے، اور ہنگامی حالت میں جو کچھ کھڑا کیا گیا، اسے بعد میں ختم کرنے کی پابندی ہوتی ہے۔ نظام خود کو

کھوئے بغیر تیز ہو سکتا ہے، کیونکہ تیزی کا ایک انجام ہے جو آغاز ہی میں طے ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ مراحل تفصیل میں کیسے دکھائی دیتے ہیں، یہ سلامتی والا باب بیان کرتا ہے۔

• ایک ایسا نظام جو خطا کار انسانوں کے ساتھ بھی قائم رہے

طاقت کے کسی نظام کی فیصلہ کن کسوٹی یہ نہیں کہ وہ اچھے انسانوں کے ساتھ چلتا ہے یا نہیں، بلکہ یہ کہ وہ خطا کار اور خود غرض انسانوں کے ساتھ بھی منصفانہ رہتا ہے یا نہیں۔ حلقہ اسی مفروضے پر بنایا گیا ہے۔ وہ یہ تقاضا نہیں کرتا کہ عہدے دار دانا اور بے غرض ہوں۔ وہ صرف یہ تقاضا کرتا ہے کہ کوئی مستقل طور پر جم کر نہ بیٹھ سکے۔ ایک بے چوٹی دائرہ، جس کے ادارے جزوی طور پر قرعے سے بنتے ہیں، بدلتے رہتے ہیں، قابل واپسی ہیں اور کھلی معلومات کے تحت ہیں، قابل اصلاح رہتا ہے، چاہے کچھ لوگ اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اس میں ہر فرد جواب دہ رہتا ہے: جو فیصلہ کرتا ہے، وہ اپنے نام سے کرتا ہے، علانیہ دلیل کے ساتھ اور عدلیہ کے سامنے، جو اسے بھی کسی اور کی طرح پابند کرتی ہے۔ یوں SOLIS طاقت کے سوال کو بہتر انسانوں کی امید سے حل نہیں کرتا۔ وہ اسے ایک ایسی ساخت سے حل کرتا ہے جو طاقت کے انسانی لالچ کے سامنے

ڈٹی رہے، اور یہی ایک پائیدار خاکے کو محض ایک خواب سے الگ کرتا ہے۔

عوامی دائرہ، ذرائع ابلاغ اور تعبیر پر اختیار کا سوال

جہاں معاشرے بکھرتے ہیں، وہاں بکھرنے سے پہلے اکثر ایک نقصان ہوتا ہے: حقیقت سے ایک مشترکہ تعلق کا نقصان۔ ایک فعال، آزاد اور ساتھ ہی ذمہ دار عوامی دائرے کے بغیر لوگ نہیں جانتے کہ کس چیز کا سہارا لیں۔ طاقتور اشرافیہ بلا روک ٹوک بیانیے طے کرتی ہے، حقائق ہتھیار بن جاتے ہیں، اور شہری یا تو بے حسی میں ڈوب جاتے ہیں یا جنون میں۔ SOLIS اس کے مقابلے میں ذرائع ابلاغ کا ایک ایسا نظام کھڑا کرتا ہے جو صرف قانونی معنوں میں آزاد نہیں بلکہ اخلاقی بنیاد رکھتا ہے، شفاف، متنوع اور سب کی پہنچ میں ہے۔

یہ نظام دو بگڑی ہوئی صورتوں کے درمیان کھڑا ہے اور دونوں سے بچتا ہے۔ آمرانہ نظاموں میں ذرائع ابلاغ رہنمائی کے آلے بن جاتے ہیں۔ محض منافع سے چلنے والے نظاموں میں وہ توجہ کو منافع میں بدلنے کی مشینیں بن جاتے ہیں، جو مواد پر ریٹنگ کو اور افہام و

تفہیم پر تقسیم کو ترجیح دیتی ہیں، اور ڈیجیٹل عوامی دائرے میں رائے کی ایسی اجارہ داریاں جنم لیتی ہیں جو الگورتھم کے ذریعے طے کرتی ہیں کہ کیا نظر آئے گا۔ اسی لیے SOLIS میں نہ ریاست کے زیر اثر ذرائع ابلاغ ہیں اور نہ کوئی ایسی منڈی جو صرف منافع کی دوڑ کے پیچھے چلے۔ ذرائع ابلاغ کی تنظیمیں ایک قابل جانچ اخلاقی ضابطے کے مطابق کام کرتی ہیں۔ ان کی ملکیت کے ڈھانچے، رقوم کے بہاؤ اور مفادات کے ٹکراؤ کو ظاہر کرنا لازم ہے، کیونکہ خود مختاری تبھی پیدا ہوتی ہے جب ذرائع ابلاغ آزاد ہوں اور ساتھ ہی جواب دہ بھی۔

یہیں ہر کھلے معاشرے کا سب سے مشکل سوال اٹھتا ہے، اور SOLIS اس سے کتراتا نہیں۔ ایک آزاد عوامی دائرے کو ان منصوبہ بند گمراہ کن معلومات اور ہیرا پھیری سے اپنا دفاع کرنے کے قابل ہونا چاہیے جو مشترکہ فیصلے کو کھوکھلا کرتی ہیں۔ لیکن ہر وہ ادارہ جو یہ طے کر سکے کہ کیا جھوٹ سمجھا جائے گا، خود سب سے بڑا خطرہ بن جاتا ہے، وہ دروازہ جس سے تاریخ میں آمریت دبے پاؤں داخل ہوتی رہی ہے۔ اسی لیے جواب کسی ایسی وزارت سچائی میں نہیں ہو سکتا جو سچ اور جھوٹ کی مالک ہو، بلکہ صرف ایک طریقہ کار میں۔

یہ طریقہ کار چند طے شدہ باتوں پر قائم ہے۔ کوئی سرکاری پیشگی سنسر شپ نہیں۔ غلط یا نقصان دہ بیانات کا معمول کا جواب جوابی بات، سیاق و سباق کی وضاحت اور نشان دہی ہے، حذف کرنا نہیں۔

جہاں پھر بھی کسی مداخلت پر غور کیا جائے، وہ ایک فریقین والے طریقہ کار کے مطابق ہوتی ہے: جزوی طور پر قرعے سے بنا ایک جانچ ادارہ فیصلہ کرتا ہے، ثبوت کا بوجھ اس دعوے پر ہے کہ کوئی چیز غلط یا گمراہ کن ہے، دلیل علانیہ ہوتی ہے، اور فیصلے کے خلاف اپیل کا راستہ کھلا ہے۔ ان سب کے اوپر ایک اٹل حد ہے: یہ طریقہ کار کبھی بھی خود SOLIS پر، اس کے اداروں پر یا اس کے عہدے داروں پر تنقید کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ سیاسی اختلاف کو قطعی تحفظ حاصل ہے۔ یہی حد اس بات کو روکتی ہے کہ ہیرا پھیری کے خلاف ضروری دفاع طاقت کو قائم رکھنے کا آلہ بن جائے۔

شفافیت صرف ذرائع ابلاغ کے لیے نہیں بلکہ نظام کے اداروں اور معیشت کے لیے بھی لازم ہے۔ فیصلے، رقوم کا بہاؤ اور مفادات کا ٹکراؤ کھلے طور پر دیکھے جا سکنے چاہییں۔ اثر و رسوخ کے رجسٹر لازمی اور عوامی ہیں، اور شہریوں کو یہ جاننے کا حق ہے کہ کسی فیصلے پر کس نے اثر ڈالا، اس کی بنیاد کن اعداد و شمار پر تھی اور کن متبادلات کو جانچا گیا۔ آخر میں ڈیجیٹل پلیٹ فارم، آج کی گفتگو کے مرکزی میدانوں کے طور پر، جمہوری بنیادی ڈھانچے کا حصہ سمجھے جاتے ہیں، محض نجی معاملہ نہیں۔ ان کے الگورتھم ظاہر اور قابل جانچ ہونے چاہییں، دوسری آوازوں کو منصفانہ رسائی ملنی چاہیے، اور وہ بھی مذکورہ طریقہ کار اور تحفظ کی حدوں کے تابع ہیں۔

لیکن سب سے گہرا تحفظ کسی مداخلت کرنے والے ادارے میں نہیں بلکہ تعلیم میں ہے۔ جو آبادی بچپن سے ذرائع کو جانچنا، نقطہ ہائے نظر کا موازنہ کرنا اور ہیرا پھیری کو پہچاننا سیکھ چکی ہو، وہ عوامی دائرے کے بگاڑ کے خلاف سب سے مضبوط دفاع ہے، اور وہ ہر مداخلت کرنے والی اتھارٹی کو جتنا ممکن ہو غیر ضروری بنا دیتی ہے۔ اسی لیے ذرائع ابلاغ کے نظام کا ہدف معلومات پر کامل قابو نہیں۔ ہدف ایک باشعور معاشرہ ہے، جسے ہیرا پھیری سے بہکایا نہ جا سکے، جو تنقیدی اور خود اعتمادی سے رائے قائم کرے، خود کو تباہ کیے بغیر بحث کر سکے، اور جھکے بغیر سن سکے۔

• نگہبان اور پیمانے

ایک خاص چوکسی ان پیمانوں کے لیے رکھی جاتی ہے جن سے نظام اپنی ہی حالت کو ناپتا ہے۔ بنیادی حقوق کے تحفظ پر نظر رکھی جا سکتی ہے، مگر ہر وہ اشاریہ جو ہدف بن جائے، وقت کے ساتھ اپنی معنویت کھو دیتا ہے: جہاں ایک عدد نظام کی بھلائی کا فیصلہ کرے، وہاں اصل معاملے کے بجائے عدد کو خوش کرنے کا لالچ بڑھتا ہے۔ تب کھوکھلا پن کھلے حملے سے نہیں آتا بلکہ خاموشی سے، جبکہ میٹر بدستور صحت کی خبر دیتا رہتا ہے۔ SOLIS اس کا مقابلہ دو طرح سے کرتا ہے۔پیمانے خود بدلتے رہتے ہیں، فریقین کے مقابلے سے طے ہوتے

ہیں اور جان بوجھ کر شک کی زد میں رکھے جاتے ہیں، اور ناپی جا سکنے والی نگرانی کے ساتھ ایک غیر متوقع، شہریوں کی اٹھائی ہوئی جانچ ہوتی ہے جس کی پہلے سے تیاری نہیں کی جا سکتی۔ یوں صرف نگہبانوں ہی کی نہیں بلکہ پیمانوں کی بھی نگرانی ہوتی ہے۔

نظام کیسے بدلتا ہے

تاکہ ایک سیکھنے والا نظام خود کو کھوئے بغیر بدل سکے، اسے اپنے ہی قواعد بدلنے کا ایک باضابطہ طریقہ درکار ہے۔ SOLIS اس کے لیے دو سطحوں میں فرق کرتا ہے۔ مرکز، یعنی پانچ بنیادیں، بنیادی حقوق اور قبضے کے خلاف بنیادی حفاظتی انتظامات، روزمرہ سیاست کی پہنچ سے باہر ہے: کوئی مجلس اور کوئی دفتر اسے چھو نہیں سکتا۔ صرف شہری خود اسے چھو سکتے ہیں، اور وہ بھی صرف اونچی رکاوٹیں عبور کر کے: بڑی اکثریت سے، تفصیلی مشاورت کے بعد، فیصلے اور توثیق کے درمیان وقت کے وقفے کے ساتھ اور ایک سے زیادہ نسلوں پر پھیلے عرصے میں۔ باقی سب کچھ زیادہ آزادی سے چلتا ہے، مجلسوں اور مشاورتی شراکتی نظام کے ذریعے۔ یوں وہ چیزیں یکجا ہو جاتی ہیں جو الگ الگ

ناکام ہوتی ہیں: وہ لچک جس کے بغیر نظام جامد ہو جاتا ہے، اور وہ استحکام جس کے بغیر وہ خود کو گنوا دیتا ہے۔

• چھوڑ جانے کا حق

یہ تصنیف شہریوں سے جس پختہ شعوری کی توقع رکھتی ہے، اس میں صرف نظام کو اندر سے رد کرنے کا حق نہیں بلکہ اسے چھوڑ جانے کا حق بھی شامل ہے۔ جو پانچ بنیادوں کے تحت جینا نہیں چاہتا، اسے رکنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ چھوڑ جانے کا حق خود بھی ایک حفاظتی انتظام ہے: جس نظام کو چھوڑا جا سکے، اسے اپنی کارکردگی سے قائل کرنا پڑتا ہے، باہر نکلنے کے دروازے پر تالا لگا کر نہیں۔ یہ حق کس طرح منظم ہو کہ اجتماعی زندگی کو تباہ کرنے کا لیور نہ بن جائے، اس پر عالمی نظام والا باب بات کرتا ہے۔

باب

03



قانون اور انصاف

مارا کے گھر کے نیچے ورکشاپ کے شور کا جھگڑا عدالت میں ختم نہیں ہوا۔ وہ ایک باورچی خانے کی میز پر ختم ہوا، محلے کی ایک ثالث، کام کے اوقات کے ایک منصوبے اور ایک دروازے کے ساتھ جس پر بڑھئی نے شور روکنے والی تہ چڑھا دی۔ دو سال بعد مارا خود ایک عدالتی بینچ میں بیٹھی تھی، اپنے ساتھ بیٹھی باورچن کی طرح قرعے سے چنی ہوئی۔ ایک آدمی نے غصے میں ایک گودام کو آگ لگا دی تھی، کیونکہ اس کے ادارے نے اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ اسے بند کر کے نہیں رکھا گیا۔ وہ ایک سال تک گودام کو دوبارہ بنانے میں ہاتھ بٹاتا رہا، اور اس کی ملاقات اس چوکیدار سے ہوئی جو اس رات تقریباً مر گیا تھا۔

کسی نظام کا کردار ان لوگوں سے ظاہر نہیں ہوتا جو اس کی پیروی کرتے ہیں، بلکہ ان سے جو اسے توڑتے ہیں۔ اسی لیے ناانصافی سے نمٹنا قانون کا کوئی ضمنی شعبہ نہیں بلکہ اس کی اصل آزمائش ہے: اسی سے پتا چلتا ہے کہ کسی معاشرے کے اصول تب بھی قائم رہتے ہیں یا نہیں جب وہ تکلیف دہ ہو جائیں۔ بہت سے موجودہ نظاموں میں لوگ عدلیہ کو ناقابل فہم اور حد سے زیادہ دفتری، پیسے اور اثر و رسوخ کی محتاج، اور بحالی کے بجائے سزا پر مرکوز محسوس کرتے ہیں۔ مقدمے برسوں چلتے ہیں اور آخر میں صرف ہارنے والے چھوڑ جاتے ہیں۔ SOLIS ناانصافی کے سوال کا جواب انتقام کے فوری ردعمل سے نہیں دیتا۔ وہ ایک ایسے قانون سے جواب دیتا ہے جو تحفظ دیتا ہے، بحال کرتا ہے اور اس شخص کے وقار کی بھی حفاظت کرتا ہے جس نے اسے پامال کیا۔

اخلاق اور قانون کی دوہری ساخت

کوئی معاشرہ اتنا ہی منصف ہوتا ہے جتنا اس کا قانون۔ اقدار سمت متعین کرتی ہیں۔ ان اداروں کے بغیر جو قانون کے مطابق فیصلے کریں اور انہیں نافذ کریں، وہ محض نظریہ رہتی ہیں۔ اسی لیے SOLIS

اخلاق اور قانون کو ایک دوہری ساخت میں جوڑتا ہے جس کی بنیاد حلقے میں پہلے سے موجود ہے: اخلاقیات کو نسلیں جانچتی ہیں کہ قوانین اور دور رس فیصلے پانچ بنیادوں سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں، اور جو ان کے خلاف ہو اسے روک دیتی ہیں۔ عدلیہ قواعد کو لازمی طور پر اور سب کے لیے یکساں طور پر نافذ کرتی ہے۔ ایک فریق پوچھتا ہے کہ کوئی قانون اچھا ہے یا نہیں، دوسرا یہ کہ اس پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں، اور کوئی دوسرے کی جگہ نہیں لیتا۔ قوانین کا کام بنیادوں کو ٹھوس صورت دینا ہے۔ وہ کبھی ان کی جگہ نہیں لے سکتے اور کبھی انہیں توڑ مروڑ نہیں سکتے۔ یوں ایک ایسا نظام وجود میں آتا ہے جو صرف رسمی طور پر درست نہیں بلکہ اخلاقی بنیاد بھی رکھتا ہے، اور جو مرکز میں طاقت کو نہیں بلکہ توازن کو رکھتا ہے۔

ایک ایسا قانون جسے ہر کوئی سمجھے

SOLIS میں قانون سب کی پہنچ میں ہے۔ وہ کوئی ایسا خفیہ کوڈ نہیں ہو سکتا جسے صرف ماہرین کھول سکیں۔ بنیادی قواعد، حقوق اور طریقہ ہائے کار واضح زبان میں دستیاب ہیں، اسکولوں میں سکھائے جاتے ہیں اور ڈیجیٹل طور پر تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ جو کسی تنازعے میں پڑ

جائے، وہ لمبی تلاش کے بغیر جان لیتا ہے کہ اس کے کیا حقوق ہیں، کون سے قدم اس کے لیے کھلے ہیں اور اسے مدد کہاں ملے گی۔ قانونی مدد دولت سے قطع نظر یقینی ہے۔ مزید یہ کہ SOLIS میں قانون شفاف ہے: کوئی فیصلہ علانیہ دلیل کے بغیر صادر نہیں ہوتا، کوئی مقدمہ قابل جانچ پیمانوں کے بغیر نہیں چلتا۔ جو فیصلہ کرتا ہے، وہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ کن معیارات پر فیصلہ کر رہا ہے، تاکہ فریقین سمجھ سکیں کہ فیصلہ کیوں ہوا، چاہے انہیں نتیجہ پسند نہ آئے۔ کیونکہ اعتماد صرف وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں لوگ جانتے ہوں کہ ان کا فیصلہ من مانی یا پوشیدہ مفادات کی بنیاد پر نہیں ہو رہا۔

انتقام کی حدیں

ناانصافی کا آسان جواب انتقام ہے: جو نقصان پہنچائے، اسے نقصان اٹھانا چاہیے۔ یہ پرانا اور قابل فہم ہے، اور ناکافی ہے۔ جس فعل کا بدلہ لیا گیا، وہ پھر بھی ہو چکا ہوتا ہے، متاثرہ شخص کا نقصان بھرتا نہیں، اور سزا یافتہ شخص جھیلی ہوئی سختی سے اور بھی بوجھل ہو کر انہی حالات میں لوٹ جاتا ہے جن سے وہ فعل پیدا ہوا تھا۔ اسی لیے جو نظام اپنی سلامتی صرف سزا سے حاصل کرتا ہے، وہ سکون نہیں

بلکہ دہراؤ پیدا کرتا ہے: کھچا کھچ بھری جیلیں، دوبارہ جرم کی بلند شرحیں اور ایسے پورے گروہ جو جرم اور قید کے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس سے SOLIS کے لیے ایک ٹھوس اصول نکلتا ہے۔ سزا کوئی مقصد نہیں بلکہ ایک ذریعہ ہے، اور اس کا جواز صرف اس کے نتیجے سے ہے۔

بحالی پر مبنی انصاف

انتقام کی جگہ بحالی پر مبنی انصاف آتا ہے۔ اس کا پیمانہ دی گئی تکلیف نہیں بلکہ دور ہونے والی تکلیف ہے، اور وہ بیک وقت تین مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پہلا، متاثرہ شخص کی تلافی: جہاں نقصان کی تلافی ممکن ہو، وہاں تلافی کو ترجیح ملتی ہے، اور نقصان اٹھانے والا کسی علامتی فیصلے کے بجائے حقیقی معاوضہ پاتا ہے۔ دوسرا، مجرم کی واپسی: جہاں کوئی فعل تنگی، نشے یا بیماری سے پیدا ہوا ہو، وہاں سزا کے ساتھ اس کی وجہ کا علاج بھی ہوتا ہے، کیونکہ جو وجہ کو جوں کا توں چھوڑ دے، وہ دہراؤ کو دعوت دیتا ہے۔ تیسرا، دوسروں کا تحفظ: جن سے سنگین خطرہ ہو، ان کے لیے آزادی سلب کرنا ایک ذریعہ رہتا

ہے۔ مگر وہ بھی تحفظ اور واپسی کے لیے ہے، بدلے کے لیے نہیں۔ یوں سزا کو اس کے اثر سے ناپا جاتا ہے، اس کی سختی سے نہیں۔

جو نقصان پہنچاتا ہے، اسے صرف بند نہیں کر دیا جاتا۔ اسے ایک ایسے عمل میں شامل کیا جاتا ہے جو اسے اپنے فعل کے نتائج سمجھنے دیتا ہے اور ان کے ازالے میں حصہ لینے دیتا ہے۔ جو نوجوان املاک کو نقصان پہنچائے، اس پر ٹھپہ نہیں لگایا جاتا، بلکہ اسے ایک ایسے پروگرام میں شامل کیا جاتا ہے جو اسے سمجھتا ہے اور مرمت کا بوجھ اٹھانے میں اسے شریک کرتا ہے۔ جو ادارہ ماحولیاتی معیارات کی خلاف ورزی کرے، وہ صرف جرمانہ نہیں بھرتا بلکہ ماہرین اور متاثرہ برادریوں کے ساتھ مل کر بحالی میں فعال حصہ لیتا ہے۔ جابرانہ سزا اکثر صرف علامات سے لڑتی ہے۔ SOLIS وجوہات کو ہدف بناتا ہے، کیونکہ دیرپا اثر وہیں ہے۔

منصفانہ مقدمہ اور قانون کے سامنے برابری

تاکہ قانون من مانی میں نہ بدل جائے، وہ ایسی طریقہ کار کی ضمانتوں پر قائم ہے جو کسی مصلحت کے آگے نہیں جھکتیں: بے گناہی کا مفروضہ، ثبوت کا بوجھ استغاثہ پر، اور دفاع، سماعت اور آزادانہ جانچ

گا حق۔ جس پر ناحق الزام لگے، اسے مکمل تحفظ اور مدد ملتی ہے۔ مگر فیصلہ کن ایک اصول ہے جو SOLIS کو حکمرانوں کی خدمت گزار ہر عدلیہ سے الگ کرتا ہے: قانون سب کے لیے برابر ہے، اور وہ حلقے کے اداروں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ عدلیہ دانا کونسل، اخلاقیات کونسلوں، مجلسوں اور ہر عہدے دار پر وہی پیمانے لاگو کرتی ہے جو ہر شہری پر۔ کوئی عہدہ اور کوئی ادارہ قانون سے بالاتر نہیں۔ جو قانون طاقتوروں کو بخش دے، وہ قانون نہیں رہتا بلکہ ایک آلہ بن جاتا ہے۔

بنیادوں کے بارے میں کھلی عدالتی تعبیر

پانچ بنیادیں نظام کا ناقابل سودا مرکز ہیں۔ انفرادی معاملات میں ان کا اطلاق ایسا نہیں۔ جب دو وقار آمنے سامنے ہوں تو وقار کیا تقاضا کرتا ہے، یا فرد کی آزادی کے مقابلے میں زمین کی ذمہ داری کیا مانگتی ہے، یہ تعبیر میں طے ہوتا ہے، اور تعبیر طاقت ہے۔ اسی لیے SOLIS اسے تعبیر کرنے والوں کے کسی بند دائرے کے حوالے نہیں کرتا۔ بنیادوں کے بارے میں عدالتی فیصلے کھلے اور فریقین کے مقابلے کی صورت میں ہوتے ہیں۔ مشکل مقدمات جزوی طور پر قرعے سے بنے ایک عدالتی بینچ کے سامنے مخالف فریقوں کے نمائندوں کے درمیان

سنے جاتے ہیں، ہر فیصلے کی دلیل علانیہ دی جاتی ہے اور اختلافی رائے بھی ساتھ شائع ہوتی ہے، اور نظیر قابل اعتراض رہتی ہے۔ سب سے بنیادی سوالات میں قرعے سے بنا ایک شہری ادارہ شریک ہوتا ہے، تاکہ مرکز کی تعبیر شہریوں میں پیوست رہے۔ یوں بنیادیں اٹل ہیں اور پھر بھی ان کی تعبیر قابل جانچ ہے۔ کوئی ان پر آخری فیصلہ رکھنے والا نہیں۔

شہریوں کے درمیان جھگڑا

ہر ناانصافی جرم نہیں۔ زیادہ تر تنازع ہوتا ہے۔ جہاں کوئی نظام ہر جھگڑے کو فوراً عدالت تک گھسیٹ لے، وہ لوگوں کو حریف اور عدالتوں کو کارخانے بنا دیتا ہے۔ اسی لیے SOLIS میں قانون درجہ بہ درجہ ہے۔ شروع میں ثالثی اور مکالمہ ہے، موقع پر، فوری اور فریقین کی دولت سے قطع نظر۔ تربیت یافتہ ثالث کشیدگی کو جلد پہچان لیتے ہیں اور مفاہمت میں ساتھ دیتے ہیں۔ شور، کچرے یا دو ثقافتوں کے درمیان کسی غلط فہمی پر محلے کا جھگڑا شکایت درج ہونے تک بڑھنے سے پہلے ہی سلجھا دیا جاتا ہے۔ صرف جہاں مفاہمت ناکام ہو جائے یا حقوق بنیادی طور پر متاثر ہوں، وہاں عدالت فیصلہ کرتی ہے، اور ان

سوالات کے لیے جو خود نظام سے متعلق ہوں، ایک آخری عدالت۔ بچے بھی سیکھتے ہیں کہ تنازعات کو دبانے یا طاقت سے نمٹانے کے بجائے کھل کر بیان کریں۔ یوں قانون پہنچ میں رہتا ہے، اور جھگڑا اکثر ایک جیتنے والے اور ایک ہارنے والے کے بجائے ایک پائیدار حل پر ختم ہوتا ہے۔

فیصلہ کون کرتا ہے

اس نظام کو ایسے جج اور ثالث سنبھالتے ہیں جو کیریئر یا طاقت کی منطق سے آگے نہیں بڑھتے۔ وہ کھلے طریقے سے اہلیت کی بنیاد پر مقرر ہوتے ہیں، ایک تفصیلی پیشہ ورانہ، اخلاقی اور نفسیاتی جانچ سے گزرتے ہیں، مسلسل تربیت لیتے ہیں اور باقاعدگی سے اخلاقیات کونسلوں اور جزوی طور پر قرعے سے بنے اداروں کی جانچ سے گزرتے ہیں۔ ان کی خود مختاری محفوظ ہے: کوئی دفتر اور کوئی مجلس کسی جج کو کسی فیصلے کی وجہ سے نہیں ہٹا سکتی۔ مگر وہ بھی عمر بھر ایک ہی جگہ نہیں بیٹھے رہتے۔ وہ عدالتوں اور سطحوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں، ان کی صدارتیں میعادی ہیں، اور ان کا کام علانیہ جانچا جاتا ہے۔ عدالتی بینچوں میں قرعے سے چنے گئے شہری شریک ہوتے ہیں، تاکہ قانون کسی ایک ذات

کا معاملہ نہ بنے بلکہ اجتماعیت کا فیصلہ رہے۔ کیونکہ کوئی قانونی نظام اتنا ہی مضبوط ہوتا ہے جتنی اسے نافذ کرنے والوں کی دیانت، قوت فیصلہ اور ہمدردی۔

سب کے اوپر وہ اصول ہے جو قانون کو طاقت کے نظام سے جوڑتا ہے: کوئی قانون سے بالاتر نہیں، نہ کوئی عہدے دار اور نہ کوئی ادارہ، نہ دانا کونسل اور نہ اخلاقیات کونسلیں۔ یوں قانون طاقتوروں کا آلہ نہیں بلکہ کمزوروں کی ڈھال ہے۔ کوئی طبقاتی انصاف نہیں جس میں دولت خود کو خرید کر چھڑا لے، کوئی ناقابل فہم مقدمہ دلیل کے بغیر نہیں، اور کوئی ایسا قانون نہیں جو وجوہات کا علاج کرنے کے بجائے صرف سزا دے۔

جبر کی حد

سب کے اوپر ایک ایسی حد ہے جو مجرم کے لیے بھی قائم رہتی ہے۔ کوئی سزا انسان کے وقار کو نہیں چھو سکتی۔ نہ کوئی تشدد ہے، نہ کوئی توہین آمیز سلوک، اور نہ کوئی ایسی سزا جو کسی انسان کو مستقل طور پر اجتماعیت سے خارج کر دے۔ ہر سزا متناسب، میعادی، قابل جانچ اور واپسی کی طرف مرکوز ہے۔ یہ حد نرمی کی کوئی رعایت نہیں

بلکہ بنیاد کا نتیجہ ہے: جو وقار پہلی بنیاد میں کسی شرط کو نہیں جانتا، وہ جرم کی شرط کو بھی نہیں جانتا۔

باب

04



سلامتی، دفاع اور امن

جس رات دریا چڑھا، شہر کی ہر اسکرین پر ایک ہی نشان روشن تھا: بڑھی ہوئی چوکسی، گیارہ بج کر دس منٹ پر اعلان، تین جملوں میں وجہ، بدھ تک نافذ۔ مارا آفات دستے کے ساتھ پشتے پر کھڑی تھی۔ اس کا شوہر یوناس اپنی ٹیم کے ساتھ نگہداشت گھر میں بستر اوپر کی منزل پر پہنچا رہا تھا۔ بدھ کو پانی اترا، اور وہ درجہ خود بخود ختم ہو گیا، کسی کو اسے ختم کرنا نہیں پڑا۔ اس رات کو جن اختیارات کی ضرورت پڑی تھی، وہ جمعرات تک پھر غائب ہو چکے تھے، اور قرعے سے بنا ایک ادارہ رپورٹ پڑھ رہا تھا۔

ہر نظام آخر کار ایک ایسے سوال پر کھڑا ہوتا ہے جس سے بہت سے خاکے کتراتے ہیں: طاقت کے استعمال کا اختیار کس کے پاس ہے؟ میکس ویبر کے زمانے سے ریاست وہ ادارہ ہے جو جائز طاقت کے استعمال کی اجارہ داری کا دعویٰ کرتا ہے۔ جو اس اجارہ داری پر حکم چلاتا ہے، پولیس، دفاع اور انتہائی جبر پر، وہ آخر کار باقی ہر چیز پر حاوی ہوتا ہے، چاہے دوسرے ادارے کتنی ہی احتیاط سے منظم کیوں نہ ہوں۔ جو حلقہ طاقت کو تو تقسیم کرے مگر جبر کو غیر منقسم چھوڑ دے، وہ محض ایک دکھاوا ہوتا۔ اسی سے اس باب کا اصول نکلتا ہے: سلامتی نظام سے استثنا نہیں بلکہ اس کا سب سے تیز اطلاق ہے۔

تلوار کس کے ہاتھ میں ہے

لالچ یہ ہے کہ سلامتی کے نام پر ایک ایسا ادارہ بنا لیا جائے جو قواعد سے بالاتر ہو: ہنگامی حالت میں، سب کے تحفظ کے لیے، محدود مدت کے لیے۔ تاریخ میں تقریباً ہر آزادی اسی جگہ مری ہے، کیونکہ ایک بار سونپا گیا ہنگامی اختیار شاذ ہی واپس کیا جاتا ہے۔ جس طاقت کو طوفان سے نکالنا تھا، وہ طوفان کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ SOLIS اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ کوئی ایسی جگہ نہیں ہونی چاہیے جہاں جبر

نگرانی سے بچ نکلے۔ اس پرانے سوال کا جواب کہ نگہبانوں کی نگہبانی کون کرے، یہاں بھی کوئی اونچا پہرہ نہیں۔ جواب وہی ہے جو ہر جگہ ہے: ایک ایسی ساخت جس میں کوئی جم کر نہ بیٹھ سکے۔

حلقہ بند طاقت کا ڈھانچا

چار اجزا جبر کو باندھتے ہیں، جیسے چار اجزا سیاسی طاقت کو باندھتے ہیں۔ پہلا، جزوی طور پر قرعے سے بنے اداروں کی شہری نگرانی: مسلح اداروں پر ان کے ہم جنس نہیں بلکہ شہری نظر رکھتے ہیں، اور حفاظتی دستوں کی قیادت مجلس کے ماتحت ہے، اس کے برابر نہیں۔ دوسرا، کمان کی گردش اور عہدوں کی میعاد، تاکہ جبر کے گرد کوئی مستقل گٹھ جوڑ اور کوئی ذاتی وفادار ٹولہ نہ بنے۔ تیسرا، حکم اور عمل درآمد کی علیحدگی، اور ہدایت اور جانچ کی علیحدگی: جو جبر کا حکم دے، وہ یک وقت اس کی قانونی حیثیت پر فیصلہ نہیں کر سکتا۔ چوتھا، ہر کارروائی، ہر حکم اور ہر خریداری کا مکمل طور پر قابل سراغ ہونا۔ ہتھیار اور سازوسامان کھلے طریقے سے، کھلے کھاتوں کے ساتھ، کسی پوشیدہ اثر کے بغیر خریدے جاتے ہیں، اور جبر کے کام آنے والی کوئی چیز اندھیرے میں جنم نہیں لیتی۔

ان اجزا کے اوپر ایک اٹل حد ہے: نظام کا جبر کبھی بھی اندر کی طرف سیاسی اختلاف کے خلاف نہیں موڑا جا سکتا۔ جس طرح ذرائع ابلاغ کے نظام کا مداخلتی طریقہ کار کبھی SOLIS پر تنقید کے خلاف استعمال نہیں ہو سکتا، اسی طرح سلامتی کا ڈھانچا بھی کبھی ان کے خلاف نہیں مڑ سکتا جو نظام سے اختلاف کرتے ہیں۔ یہ حد اس بات کو روکتی ہے کہ نظام کا تحفظ اس کے جمود کا آلہ بن جائے۔

پولیس ریاست کے بغیر اندرونی سلامتی

SOLIS میں اندرونی سلامتی سب سے پہلے نگرانی اور دھمکی سے نہیں بلکہ اس کی وجوہات کو دور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جہاں کسی کو تنگی، محرومی یا مستقبل سے مایوسی جرم کی طرف نہ دھکیلے، وہاں جرم کسی گشتی دستے کے ڈھونڈنے سے پہلے ہی کم ہو جاتا ہے۔ جہاں پھر بھی تحفظ دینا پڑے، وہاں سب سے نرم ذریعے کا اصول لاگو ہوتا ہے: جتنا ممکن ہو کم جبر، طاقت صرف طاقت کے جواب میں۔ حفاظتی دستے اجتماعیت کا حصہ ہیں، اس پر قابض فوج نہیں۔ وہ کشیدگی کم کرنے میں اتنے ہی تربیت یافتہ ہیں جتنے مداخلت میں، اور جہاں وہ خدمت انجام دیتے ہیں، وہاں جانے پہچانے ہیں۔ یہاں وہ غیر متوازن

شفافیت لاگو ہوتی ہے جو پوری تصنیف میں جاری ہے۔ مکمل شفافیت طاقت کے لیے ہے، ہر کارروائی، ہر حکم، ہر ذریعے کے لیے، جبکہ فرد کی زندگی نجی رازداری کے تحفظ میں رہتی ہے۔ یوں SOLIS نگرانی کی سمت الٹ دیتا ہے: شہری کو کھنگالا نہیں جاتا اور ڈھانچے کو چھپایا نہیں جاتا، بلکہ ڈھانچے کو کھنگالا جاتا ہے اور شہری کو تحفظ دیا جاتا ہے۔

وہ استثنا جو خود کو ختم کر لے

بے چوٹی نظام کو بھی عمل کرنے کے قابل ہونا چاہیے جب مصیبت مشاورت کی مہلت نہ دے۔ اسی لیے SOLIS استثنا کو پہلے سے منظم کرتا ہے، ایک علانیہ درجہ وار نمونے میں جسے ہر کوئی جانتا ہے۔ معمول کی حالت میں عام قواعد لاگو ہوتے ہیں۔ بڑھی ہوئی چوکسی مشقوں، ذخائر بھرنے اور اہم تنصیبات کے تحفظ کو مضبوط کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ جزوی متحرک کاری پناہ گاہیں کھولتی ہے، ریزرو دستوں کو بلاتی ہے اور جہاں خطرہ ہو وہاں قوتیں یکجا کرتی ہے۔ آخر میں مکمل متحرک کاری انخلا، وسائل کا رخ موڑنے اور سرحدوں کے پار امدادی راہداریاں کھولنے کی اجازت دیتی ہے۔ ہر درجہ واضح طور پر طے شدہ اختیارات سے جڑا ہے، علانیہ نافذ اور بیان کیا جاتا ہے،

اور ایک تاریخ تنسیخ رکھتا ہے۔ مجلس کے نئے فیصلے کے بغیر وہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

جو چیز استثنا کو ہنگامی اختیار سے الگ کرتی ہے، وہ بعد میں ختم کرنے کی پابندی ہے۔ ہر شدت کے بعد وہ سب واپس لے لیا جاتا ہے جس کی اسے ضرورت تھی: اختیارات، معلومات کے ذخیرے، مورچے، ذخائر۔ جزوی طور پر قرعے سے بنا ایک ادارہ بعد میں ہر اقدام کو جانچتا ہے کہ آیا وہ ضروری اور متناسب تھا۔ یوں SOLIS گھنٹوں میں عمل کر سکتا ہے، بغیر اس کے کہ گھنٹے برسوں میں بدل جائیں۔ مصیبت کو وہ ملتا ہے جس کی اسے ضرورت ہے، اور وہ اس میں سے کچھ بھی اپنے پاس نہیں رکھتی۔

حملے کے بغیر بیرونی دفاع

تاریخ میں مسلح طاقت ہمیشہ دو دھاری تلوار رہی ہے۔ اس نے تحفظ بھی دیا اور تباہی بھی لائی، استحکام بھی یقینی بنایا اور خوف بھی بھڑکایا، قوموں کا دفاع بھی کیا اور جنگیں بھی چھیڑیں۔ روایتی نظاموں میں فوج اکثر قومی مفادات، طاقت کے مظاہرے، وسائل پر قبضے اور اثر و رسوخ کے کام آتی ہے، اور یوں جارحانہ جنگوں، اسلحے کی دوڑ اور

اندرونی جبر تک لے جاتی ہے۔ اسی لیے SOLIS میں بیرونی معاملات پر ایک فرق لاگو ہوتا ہے جو فیصلہ کن ہے: حملہ ممنوع ہے، دفاع جائز ہے۔ SOLIS خود کو طاقت کے زور پر قائم نہیں کرتا اور کسی کو محکوم نہیں بناتا۔ پھر بھی وہ رواداری کے نام پر خود کو تباہ ہونے دینے کا پابند نہیں۔ جس معاشرے نے کوئی منصفانہ چیز تعمیر کی ہو، وہ خود حملہ آور بنے بغیر اس کا دفاع کر سکتا ہے۔

نظریہ مکمل طور پر دفاعی ہے۔ دفاع آبادی کو حملوں سے بچاتا ہے، اہم بنیادی ڈھانچے، معلومات اور فراہمی کو محفوظ رکھتا ہے، اور ماحولیاتی نظاموں اور وسائل کی حفاظت کرتا ہے۔ بجلی کے گرڈ پر حملے کو سائبر دفاع سے روکا جاتا ہے، بغیر اس کے کہ SOLIS خود معاملے کو بڑھائے۔ نظام سطحوں میں منظم ہے، سائبر اور معلوماتی میدان، فضا اور خلا، خشکی اور سمندر، اور شہری دفاع، جن کی قوتیں ہم آہنگی سے مل کر کام کرتی ہیں۔ اسے ایک ایسا ریزرو سنبھالتا ہے جس کی تربیت حصہ بہ حصہ ہوتی ہے اور جو روزمرہ زندگی میں اپنا پیشہ جاری رکھتا ہے۔ نہ کوئی جارحانہ مشن ہے، نہ خود سے جنگ لڑنے والی کوئی مشین، اور نہ کوئی ایسا ہتھیار جس کی زندگی اور موت کا آخری فیصلہ انسانی ہاتھ میں نہ ہو۔ مصنوعی ذہانت خطرات کو پہچان اور درجہ بند کر سکتی ہے، مگر انسانی منظوری کے بغیر کوئی جان لیوا فیصلہ نہیں

کر سکتی۔ فوجی قیادت ہمیشہ شہری کنٹرول کے تحت ہے، اور یوں SOLIS کی ہر طاقت کی طرح حلقے کی نگرانی اور قانون کے تابع ہے۔

بیرونی معاملات میں SOLIS احتیاط کا توازن تلاش کرتا ہے: مشترکہ پیشگی انتباہی نظام، اسلحے پر کنٹرول، نظاموں کے درمیان ہنگامی ضابطے، اور ان کے ساتھ اتحاد جو اس کے اصولوں میں شریک ہوں، تاکہ خود کو پابند کرنے والا معاشرہ تنہا نہ کھڑا ہو۔ دفاع کی صلاحیت موجود ہے، روکنے کے لیے کافی، اور اس طرح پابند کہ خود خطرہ نہ بن جائے۔ یوں SOLIS دفاع کو حملے اور طاقت کے مظاہرے کی منطق سے آزاد کرتا ہے: نہ اسلحے کی دوڑ، نہ جارحانہ جنگ، نہ اپنی ہی آبادی کے خلاف کارروائی، بلکہ انسان اور زمین کا تحفظ۔

زمین کا دفاع اور شہری دفاع

ہر خطرہ وردی پہن کر نہیں آتا۔ زلزلے، سیلاب، وبائیں، تکنیکی حادثات، گرڈ کو خطرے میں ڈالنے والے شمسی طوفان اور ٹکراؤ کی راہ پر آسمانی اجسام انسانوں کو زیادہ تر دشمنوں سے زیادہ سختی سے نشانہ بناتے ہیں، اور وہ سرحدوں کی پروا نہیں کرتے۔ اسی لیے SOLIS حفاظتی ڈھانچوں کو شہری ذمہ داریوں سے جوڑ کر زمین کا دفاع تشکیل

دیتا ہے۔ اپنے دستے، ایک آفات دستہ، انتہائی تیز حرکت کے لیے تربیت یافتہ ہیں اور قدرتی آفات، وباؤں، تکنیکی حادثات اور خلا سے آنے والے خطرات پر ردعمل دیتے ہیں۔ زلزلے کے بعد وہ انخلا میں مدد کرتے ہیں، ہنگامی بجلی فراہم کرتے ہیں اور طبی سہولیات کو یقینی بناتے ہیں۔ بروقت پہچانے گئے کسی سیارچے کا رخ موڑ دیا جاتا ہے، جبکہ شہری دفاع انخلا کی تیاری کرتا ہے۔

شہری دفاع بھی غیر مرکزی طور پر بنا ہے، اس نظام کی ہر اس چیز کی طرح جسے حقیقی خطرے میں بوجھ اٹھانا ہو: بکھرے ہوئے ذخائر، پناہ گاہیں، ہنگامی توانائی، کئی طرح سے محفوظ رابطے، اور ایسے لوگ جنہیں سرپرستی کے بجائے تربیت دی گئی ہو۔ جہاں خطرہ پوری انسانیت کو لاحق ہو، وہاں زمین کا دفاع اس سیاروی دفاع کا حصہ بن جاتا ہے جس کا ذکر عالمی نظام والا باب کرتا ہے۔ اسے مل کر اٹھایا جاتا ہے اور وہ خود بھی حلقہ بند ہے، تاکہ انجام سے تحفظ کبھی کسی ایک طاقت کے عروج کا بہانہ نہ بنے۔

امن ایک فعال محنت کے طور پر

لیکن سب سے گہرا تحفظ کوئی ڈھانچا نہیں بلکہ جبر کی وجوہات کا نہ ہونا ہے۔ SOLIS میں امن دو تنازعات کے درمیان وقفہ نہیں بلکہ ایک مسلسل محنت ہے: کشیدگیوں کو جلد ٹھنڈا کرنا، ناانصافیوں کو تشدد بننے سے پہلے دور کرنا، سرحدوں کے پار افہام و تفہیم کی آبیاری، وہ سفارت کاری جو بحران آنے پر ہی شروع نہیں ہوتی۔ جو کچھ کوئی معاشرہ روک تھام، تعلیم اور انصاف میں لگاتا ہے، وہ اسے ہتھیاروں میں نہیں لگانا پڑتا۔ یوں SOLIS اپنا سب سے مؤثر دفاع زیادہ زور سے وار کر کے نہیں بلکہ اس بارود کو ہٹا کر کرتا ہے جس سے جبر جنم لیتا ہے۔ اس نظام میں قوت کا مطلب ضبط ہے، جارحیت نہیں۔

باب

05



معیشت اور وسائل

مارا کے گھر کا کوئی خرچ نہیں تھا۔ وہ بنیادی سطح کا حصہ تھا، پانی، روٹی اور کام پر جانے کے سفر کی طرح۔ ڈونگی کی قیمت قدری پوائنٹس میں تھی، اس کی تین مہینے کی حصہ داری کے برابر، اور وہ اس کے لیے بچت کر رہی تھی، جیسے انسان کسی ایسی چیز کے لیے بچت کرتا ہے جو وہ واقعی چاہتا ہو۔ ادارے میں بجٹ کھلا پڑا تھا: ادارے کو کن چیزوں کی ضرورت تھی، اس نے شرکا کے کھاتوں میں کتنا جمع کیا، کتنا محفوظ ذخیرے میں گیا اور کتنا علاقے کے خزانے میں۔ اس سے کوئی امیر نہیں ہوا۔ مگر مہینے کے آخر سے کبھی کوئی ڈرا بھی نہیں۔

ہر سماجی نظام، چاہے کہے یا نہ کہے، تین معاشی سوالوں کا جواب دیتا ہے: کیا کس کا ہے؟ قدر کیسے پیدا ہوتی ہے، اور اسے کون پاتا ہے؟ اور یہ کون طے کرتا ہے کہ کل کیا بنایا جائے گا؟ انہی تین سوالوں پر ایسے نظام بھی ناکام ہوئے جنہوں نے باقی سب کچھ ٹھیک کیا تھا۔ SOLIS ان کا جواب کسی پرانے نسخے سے نہیں دیتا۔ وہ ایک ایسے نظام سے جواب دیتا ہے جو منڈی کو نہ ختم کرتا ہے نہ بے لگام چھوڑتا ہے، بلکہ اسے حدوں میں باندھتا ہے: حق کے طور پر بنیادی فراہمی، قدر کے ایک ایسے ذریعے سے اختیاری اشیا جو طاقت میں نہ بدل سکے، اور ایک ایسا سرمایہ جو بہت سے ہاتھوں میں رہے۔

ملکیت اور مشترکہ وسائل

ملکیت انسانی تاریخ کے سب سے طاقتور اور ساتھ ہی سب سے متنازع تصورات میں سے ہے۔ اس نے معاشرے بنائے بھی اور تباہ بھی کیے، ایجادات کو جنم بھی دیا اور جنگوں کو ہوا بھی دی، آزادی کو ممکن بھی بنایا اور جبر کو جواز بھی بخشا۔ سرمایہ داری اکثر ملکیت ہی کو اصل آزادی سمجھتی ہے: جس کے پاس ملکیت ہے، اس کے پاس طاقت، تحفظ اور تشکیل کا امکان ہے۔ اشتراکیت نے کئی جگہ

ملکیت کو اجتماعی بنا دیا، اس خیال سے کہ نجی ملکیت عدم مساوات بڑھاتی اور اجتماعیت کو تباہ کرتی ہے، اور اکثر اس کا انجام دفتری جمود، تحریک کی کمی اور انتظامیہ میں بدعنوانی پر ہوا۔ SOLIS ایک کو دوسرے سے نہیں بدلتا۔ وہ ایک نیا توازن تلاش کرتا ہے جو دونوں اصولوں کی خوبیوں سے کام لے اور ان کی کمزوریوں سے بچے: ذاتی ملکیت ناقابل دست اندازی رہتی ہے، اور زندگی کی قدرتی بنیادوں کو مشترکہ وسائل سمجھا جاتا ہے۔

SOLIS میں ذاتی ملکیت محفوظ ہے، کیونکہ وہ خود ارادیت کا حصہ ہے۔ اپنا گھر، اپنے کپڑے، اپنے اوزار، اپنے کسی منصوبے کے لیے کی گئی بچت، کتابیں، یادگاریں اور سب سے بڑھ کر خود بنائی ہوئی ہر چیز فرد کی ہے۔ وہ اسے رکھ سکتا ہے، سنوار سکتا ہے، آگے دے سکتا ہے اور وراثت میں چھوڑ سکتا ہے۔ اس معنی میں ملکیت تخلیقی صلاحیت، شناخت اور تحفظ کو فروغ دیتی ہے۔ ایک فنکارہ اپنے فن پاروں پر پورا حق رکھتی ہے، اور ایک خاندان اپنے بنائے ہوئے گھر میں رہنے اور اسے اپنے بچوں کو سونپنے کا حق رکھتا ہے۔ آپ خیالات میں، فن میں، منصوبوں میں اور ذاتی خزانوں میں امیر ہو سکتے ہیں۔ بس آپ دوسروں سے سانس لینے کی ہوا، پینے کا پانی اور جینے کی زمین چھین کر امیر نہیں ہو سکتے۔

کیونکہ زندگی کی بڑی بنیادوں کا معاملہ مختلف ہے: پانی، زمین، ہوا، توانائی کے ذرائع اور خام مال۔ یہ کسی کی نجی ملکیت نہیں ہو سکتے، کیونکہ انہیں کسی نے پیدا نہیں کیا، کیونکہ یہ سب کی بقا کی شرط ہیں، اور کیونکہ ان کا غلط استعمال صرف افراد کو نہیں بلکہ پورے معاشروں، ماحولیاتی نظاموں اور نسلوں کو متاثر کرتا ہے۔ اسی لیے SOLIS میں کوئی ادارہ پانی کا کوئی چشمہ خرید کر آبادی کو اس تک رسائی سے روک نہیں سکتا۔ کوئی سرمایہ کار زمین خرید کر اسے سٹے بازی کے لیے بنجر نہیں چھوڑ سکتا، جبکہ لوگوں کو رہنے کی جگہ نہ ملے۔ کوئی ہوا کو ایسے نہیں برت سکتا جیسے وہ کوئی جنس ہو۔

ان مشترکہ وسائل کا انتظام اجتماعی طور پر ہوتا ہے، اور طاقت کے نظام کے مطابق متعلقہ سطح کی مجلسوں اور دفاتر کے ذریعے، ماہرین کے مشورے سے اور اخلاقیات کونسلوں کی جانچ کے ساتھ۔ یہ ریاستی ملکیت نہیں، کیونکہ یہ نظام کسی ایسی ریاست کو نہیں جانتا جو انسانوں سے بالاتر ہو۔ ان کا استعمال اس طرح منظم کیا جاتا ہے کہ کوئی بھوکا نہ رہے یا استحصال کا شکار نہ ہو، اور آنے والی نسلوں کی رسائی بھی برقرار رہے۔ اس کے لیے کھلے پلیٹ فارم ہیں جن پر دکھائی دیتا ہے کہ کہاں کتنا پانی، توانائی یا زمین استعمال ہو رہی ہے۔ اس کے لیے نکالنے کی حدیں ہیں جو طے کرتی ہیں کہ نظام کو نقصان پہنچائے بغیر کتنا لیا جا سکتا ہے، اجارہ داریوں اور کالی منڈیوں کے

قیام کے خلاف سزائیں ہیں، اور ایسے پروگرام ہیں جو محتاط استعمال کو فروغ دیتے ہیں۔ یوں SOLIS اس غلط انتخاب کا حل نکالتا ہے جس کی ایک طرف بے حد نجی طاقت ہے جو اجتماعیت کو تباہ کرتی ہے، اور دوسری طرف مکمل اجتماعی قابو جو فرد کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔ وہ آزادی وہاں دیتا ہے جہاں وہ تخلیق، ایجاد اور شناخت کو فروغ دے، اور اجتماعی انتظام وہاں جہاں بقا اور پائیداری داؤ پر ہوں۔ اسی سے توازن پیدا ہوتا ہے، اور اسی سے اعتماد۔ فرد جانتا ہے کہ اس کے پاس اپنی جگہ اور اپنا تحفظ ہے، اور ساتھ ہی یہ کہ زندگی کی بنیادیں اس کے بچوں کے لیے بھی کھلی رہیں گی۔

بنیادی فراہمی اور قدری پوائنٹس

صدیوں تک پیسہ انسانیت کا ایک مرکزی آلہ رہا ہے۔ اس نے تجارت کو ممکن بنایا اور بحران بھی کھڑے کیے، ایجادات کو ہوا دی اور معاشروں کو غربت میں بھی دھکیلا، آزادی کا وعدہ کیا اور محتاجی بھی پیدا کی۔ سرمایہ داری میں پیسہ اکثر ہر چیز کا پیمانہ بن جاتا ہے: جس کے پاس ہو، وہ اثر خرید سکتا ہے، تحفظ حاصل کر سکتا ہے اور قواعد کے تعین میں شریک ہو سکتا ہے۔ اشتراکیت نے کئی جگہ پیسے کو دبا دیا یا

سختی سے قابو میں رکھا، اور اس سے اکثر دفتری جمود، قلت اور کالی منڈیاں پیدا ہوئیں۔ SOLIS پیسے کو محض کسی نئے ذریعہ تبادلہ سے نہیں بدلتا۔ وہ ایک دوہرا نظام بناتا ہے جس میں بنیادی فراہمی اور اختیاری اشیا کے درمیان واضح علیحدگی ہے۔

• بنیادی فراہمی حق ہے، ادائیگی نہیں

SOLIS میں ہر انسان کو زندگی کی بنیادوں پر ایک یقینی حق حاصل ہے: رہائش، توانائی، خوراک، صحت، تعلیم اور بنیادی نقل و حرکت۔ یہ منڈی کی جنس نہیں۔ انہیں خریدا نہیں جاتا بلکہ فراہم کیا جاتا ہے۔ سطحوں کی مجلسیں اس کے لیے درکار گنجائش کی منصوبہ بندی کرتی ہیں، گھر، پانی صاف کرنے کے پلانٹ، اسکول، اسپتال، آمد و رفت، اور جو ادارے یہ سب فراہم کرتے ہیں، ان کا خرچ اس اجتماعی حصے سے اٹھایا جاتا ہے جس کا ذکر ابھی آئے گا۔ بنیادی فراہمی کے لیے کسی کو کبھی کچھ ادا نہیں کرنا پڑتا۔ یوں ایک نوجوان بالغ کسی بدلے کے بغیر ایک بنیادی گھر کا حق پاتا ہے، اور ایک خاندان بنیادی غذائی اشیا حق کے طور پر حاصل کرتا ہے، قیمت کے عوض نہیں۔ بنیادی فراہمی ایک بنیادی سطح ہے، کوئی عیش نہیں: سادہ، قابل اعتماد اور سب کے لیے یکساں۔ یوں وہ فرش محفوظ ہو جاتا ہے جس سے نیچے کوئی انسان نہیں گر سکتا، چاہے اس کی روزگار کی تاریخ کچھ بھی ہو۔

بنیادی سطح ہر جگہ ہم قدر ہے، مگر ہر جگہ ایک جیسی نہیں۔ دو بنیادی گھر کبھی ایک جیسے نہیں ہوتے، ایک پارک کے کنارے ہوتا ہے، دوسرا سڑک کے کنارے۔ جہاں بنیادی فراہمی کی اشیا میں فرق ہو، وہاں فیصلہ ایک قاعدہ کرتا ہے، کوئی تعلق نہیں: پہلے ضرورت، یعنی گھرانے کا حجم اور کام، اسکول اور نگہداشت سے قربت، پھر اندراج کی ترتیب، اور جہاں کئی لوگوں کا برابر حق ہو، وہاں قرعہ۔ انتظار کی مدتیں عوامی ہیں۔ اگر وہ بڑھیں تو یہ دفاتر کے لیے تعمیر کا حکم ہے اور بنیادی حقوق کی نگرانی کے لیے اس کی اطلاع دینے کا۔ جو بنیادی سطح سے زیادہ چاہے، بڑا گھر یا بہتر جگہ، وہ اس کے لیے قدری پوائنٹس دیتا ہے، کیونکہ وہیں سے اختیاری اشیا شروع ہوتی ہیں۔

• اختیاری اشیا کے لیے قدری پوائنٹس

بنیادی فراہمی سے آگے کی ہر چیز کے لیے، بڑا گھر، سفر، ساز، اپنے منصوبے کے لیے اوزار، قدری پوائنٹس کام آتے ہیں۔ یہ فرد سے بندھے ہوئے اور سود سے پاک ہیں۔ یہ صرف حقیقی حصہ داری سے پیدا ہوتے ہیں، کام، نگہداشت، بچوں کی پرورش، ایجاد اور رضاکارانہ خدمت سے، جنہیں گھنٹوں، اہلیت اور اجتماعیت کی ضرورت کے مطابق ناپا جاتا ہے۔ انہیں نہ ذخیرہ کیا جا سکتا ہے نہ سٹے بازی کے لیے خرید و فروخت کی جا سکتی ہے، اور ان کی نسبتی قدر سماجی فائدے،

پائیداری اور قلت کی عکاسی کرتی ہے۔ ایک انجینئر خاتون کو توانائی کے کسی پلانٹ پر کام کے لیے قدری پوائنٹس ملتے ہیں، ایک نرس کو لوگوں کی روزانہ دیکھ بھال کے لیے، ایک فنکارہ کو اپنے فن پارے کے لیے، ایک باپ کو ان برسوں کے لیے جن میں وہ اپنے بچوں کو پالتا ہے۔ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ایسا ذریعہ پیسے سے کس طرح مختلف ہے: وہ ایسے سرمائے میں نہیں بدل سکتا جو خود بخود بڑھتا جائے اور طاقت میں ڈھل جائے۔ قدری پوائنٹ ایک دریا ہے، جھیل نہیں۔

• مرکزی منصوبے کے بغیر قیمتیں کیسے بنتی ہیں

یہاں منڈی کو پیچھے دھکیلنے والے ہر معاشی نظام کا سب سے مشکل سوال کھڑا ہے، اور SOLIS اس سے کتراتا نہیں۔ قیمت ایک اطلاع ہے۔ منڈی میں وہ بے شمار غیر مرکزی فیصلوں سے بنتی ہے اور بتاتی ہے کہ کیا کم یاب ہے اور کس کی ضرورت ہے۔ جو نظام منڈی کو ختم کرتا ہے، وہ اس سوال کا سامنا کرتا ہے کہ اس اشارے کے بغیر وہ کیسے طے کرے گا کہ چیزوں کی قدر کیا ہے، اور تاریخ نے دکھایا ہے کہ جو کچھ منڈی حساب کرتی ہے، اسے کوئی مرکزی ادارہ حساب نہیں کر سکتا۔ SOLIS ایسی ہمہ دانی کا دعویٰ نہیں کرتا۔ وہ منڈی کو مرکزی منصوبے سے نہیں بدلتا، بلکہ منڈی کو حدوں میں باندھتا ہے۔

اختیاری اشیا کے لیے نسبتی قدری قیمتیں اوپر سے مقرر نہیں کی جاتیں۔ وہ غیر مرکزی اشاروں سے بنتی ہیں، تین تہوں میں۔ پہلی تہ خود اشارے ہیں: فراہم کرنے والے اور طلب کرنے والے رسد اور ضرورت بتاتے ہیں، اور نسبتی قیمتیں حقیقی قلت اور حقیقی طلب کے ساتھ اوپر نیچے ہوتی ہیں۔ یوں قیمت کا وہ معلوماتی کردار باقی رہتا ہے جو خالص منصوبہ بندی میں کھو جاتا ہے۔ دوسری تہ مقررہ حدیں ہیں۔ ہر قیمت میں ماحولیاتی لاگت لازمی طور پر شامل ہوتی ہے، اس لیے براعظموں کے پار پرواز میں ریل کے سفر سے زیادہ پوائنٹس لگتے ہیں، اور نقصان دہ پیداوار میں محتاط متبادل سے زیادہ۔ ساتھ ہی کوئی کسی منڈی کو تنگ نہیں کر سکتا یا اجارہ داری قائم نہیں کر سکتا، اور ہر پیداوار پر ایک کھلا مصنوعاتی پرچہ ہوتا ہے جو اجزا، توانائی، نقصان اور اصل کو ظاہر کرتا ہے۔ تیسری تہ ردعمل ہے۔ پورا نظام شفاف اور قابل جانچ ہے۔ جہاں اشارے غیر منصفانہ یا ناپائیدار نتائج تک لے جائیں، وہاں اصلاح کا ایک چکر حرکت میں آتا ہے جو اعداد و شمار اور غور و فکر کو جوڑتا ہے: ایک طرف قلت اور ماحولیاتی بوجھ کی مسلسل نگرانی، دوسری طرف اخلاقیات کونسلوں کی جانچ۔ اس میں اصلاح حدوں کی ہوتی ہے، حکم نامے سے الگ الگ قیمتوں کی نہیں۔

یہ حل ایک قریبی تخمینہ ہے، کامل حساب نہیں، اور وہ خود کو ایسا ہی ظاہر کرتا ہے۔ وہ تقسیم میں کچھ دھندلاہٹ قبول کرتا ہے، کیونکہ

دونوں بند گلیوں سے بچنے کی یہی قیمت ہے: ہمہ دان منصوبہ بندی، جو ناممکن ہے، اور بے لگام منڈی، جو غیر منصفانہ ہو جاتی ہے۔ قدری پوائنٹ کی ساخت یہ یقینی بناتی ہے کہ جہاں کوئی قیمت دھندلی بھی رہے، وہاں سے ذخیرہ اندوزی اور طاقت کا کوئی لیور نہیں بن سکتا، کیونکہ وہ نہ ذخیرہ ہو سکتا ہے، نہ اس پر سٹا لگ سکتا ہے، اور وہ حقیقی حصہ داری سے بندھا ہے۔

• طاقت کے انبار کے بغیر بچت

قدری پوائنٹ کا ذخیرہ نہ ہو سکنا اولیگارکی کے خلاف ہے، دور اندیشی کے خلاف نہیں۔ اس ذخیرہ اندوزی میں جو دوسروں پر طاقت میں ڈھل جائے، اور اپنے کسی منصوبے کے لیے معتدل بچت میں ایک فرق ہے جس کا نظام احترام کرتا ہے۔ اسی لیے قدری پوائنٹس مناسب مدت تک ذاتی مقاصد کے لیے دستیاب رہتے ہیں، گھر کے لیے، سفر کے لیے، ورکشاپ کے لیے، نئے آغاز کے سال کے لیے۔ ان کی حد اور ان کی میعاد صرف اس دہلیز سے آگے لاگو ہوتی ہے جہاں بچت دوسروں کی زندگی پر ایک لیور بن جاتی۔ یہی دہلیز زندگی کے آخر میں بھی لاگو ہوتی ہے۔ کوئی انسان جو قدری پوائنٹس چھوڑ جائے، وہ اس دہلیز تک اس کے رشتہ داروں کو جاتے ہیں، اس سے آگے اجتماعی حصے میں۔ یوں یہ ذریعہ طاقت کے انبار کو روکتا ہے، فرد سے

منصوبہ بندی کی صلاحیت چھینے بغیر، اور بغیر اس کے کہ نسل در نسل خاندانی بادشاہتیں بنیں۔

• اجتماعی حصہ

پیسے کے بغیر کوئی نظام اپنے اسکولوں، اسپتالوں اور پانی صاف کرنے کے پلانٹوں کا خرچ کہاں سے اٹھاتا ہے؟ اسی دریا سے جو باقی سب کچھ اٹھاتا ہے۔ قدری پوائنٹس کی ہر جمع سے ایک حصہ سطحوں کے اجتماعی خزانوں میں جاتا ہے: ہر حصہ داری پر ایک مقررہ بنیادی حصہ، اور ایک دہلیز سے اوپر بڑھتا ہوا حصہ۔ جسے زیادہ ملتا ہے، وہ فیصد کے حساب سے زیادہ ادا کرتا ہے۔ یہ کوئی سزا نہیں۔ یہ اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ ہر آمدنی اجتماعیت پر قائم ہے، اس کے بنیادی ڈھانچے پر، اس کی تعلیم پر، اس کی صحت پر اور اس کے امن پر۔ اسی اجتماعی حصے سے بنیادی فراہمی کے اداروں کا خرچ اٹھتا ہے، بنیادی پنشن کو رقم ملتی ہے، فنڈز بھرے جاتے ہیں اور دفاتر چلائے جاتے ہیں۔ یہ ٹیکس کی جگہ لیتا ہے، اور دو باتوں میں اس سے مختلف ہے۔ یہ سادہ ہے، کیونکہ یہ ماخذ ہی پر پیدا ہوتا ہے اور کسی کو اسے ظاہر کرنا، اس سے بچنا یا اسے وصول کرنا نہیں پڑتا۔ اور یہ دکھائی دیتا ہے، کیونکہ احتسابی ادارہ ظاہر کرتا ہے کہ ہر حصہ کہاں جاتا ہے۔ جو حصہ ڈالتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ اس سے کیا بنتا ہے۔

• پوائنٹس کہاں سے آتے ہیں اور کتنے ہوتے ہیں

یوں وہ سوال باقی رہتا ہے جس کا جواب اپنا قدری ذریعہ رکھنے والے ہر نظام کو دینا ہوتا ہے: پوائنٹس کون بناتا ہے، اور یہ کون طے کرتا ہے کہ کتنے ہوں؟ SOLIS میں کسی ذاتی کھاتے میں جمع کے دو ممکنہ ذرائع ہیں۔ یا تو کوئی ادارہ اسے اس آمدنی سے ادا کرتا ہے جو اس نے اپنی اختیاری اشیا سے حاصل کی۔ تب پوائنٹ صرف مالک بدلتا ہے، اور کچھ نیا پیدا نہیں ہوتا۔ یا کوئی اجتماعی خزانہ اسے ادا کرتا ہے: بنیادی فراہمی کے کام کے لیے، نگہداشت، پرورش اور رضاکارانہ خدمت کے لیے، قرعے سے چنے گئے لوگوں کی خدمت کے لیے، فنڈز کے منصوبوں کے لیے۔ صرف یہیں نئے پوائنٹس پیدا ہوتے ہیں، اور وہ صرف کسی درج شدہ حصہ داری کے عوض پیدا ہوتے ہیں، کبھی کسی چیز کے بغیر نہیں، کبھی قرض پر نہیں اور کبھی سود کے ساتھ نہیں۔ جو اجتماعی بینک انہیں بناتا ہے، وہ خود بھی حلقہ بند ہے: جزوی طور پر قرعے سے بنا، بدلتی رکنیت والا اور احتسابی ادارے کی روشنی میں۔ کوئی ادارہ اپنے لیے پوائنٹس نہیں بنا سکتا۔

گردش میں موجود پوائنٹس کی مقدار کو ان اختیاری اشیا سے میل کھانا چاہیے جو تیار کی جا سکتی ہیں۔ اگر زیادہ ہوں تو تمام قیمتیں ایک ساتھ بڑھتی ہیں، صرف کم یاب چیزوں کی نہیں۔ اگر کم ہوں تو اشیا پڑی رہ جاتی ہیں، حالانکہ لوگوں کو ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ دونوں

ایک عوامی عدد سے پڑھے جا سکتے ہیں، اختیاری اشیا کی قیمتوں کی عمومی سطح، جسے احتسابی ادارہ مسلسل شائع کرتا ہے۔ مقدار کو تین پیچوں سے قابو کیا جاتا ہے جو سب کھلے ہیں: وہ بنیادی قدر جو ایک گھنٹے کی حصہ داری سے ملتی ہے، اجتماعی حصے کی شرح، اور وہ دہلیز جس سے اوپر پوائنٹس کی میعاد ختم ہو جاتی ہے۔ ملک کی مجلس انہیں مقرر کرتی ہے، دانا کونسل کے مشورے اور اخلاقیات کونسلوں کی جانچ کے ساتھ، اور وہ انہیں صرف آہستہ آہستہ اور ایک طے شدہ دائرے میں بدل سکتی ہے، تاکہ کوئی راتوں رات غریب نہ ہو جائے۔ جو دہلیز سے آگے ختم ہو جاتا ہے اور جو ماحولیاتی اضافہ نقصان دہ اشیا پر لگتا ہے، وہ خود بخود زیادتی کو کم کرتا ہے، کسی کو مداخلت نہیں کرنی پڑتی۔ یوں پوائنٹس کی مقدار کوئی خفیہ علم نہیں۔ یہ ایک عوامی عدد ہے جس کی تبدیلی کی دلیل دینی ہوتی ہے۔

باہر کے ساتھ رابطہ

SOLIS تنہائی میں نہیں جیتا، اس لیے اسے روایتی کرنسیوں کی دنیا تک باضابطہ راستوں کی ضرورت ہے۔ ایک سرحدی تبادلہ گاہ قدری پوائنٹس اور غیر ملکی کرنسیوں کے درمیان تبادلے کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن تاکہ قدری پوائنٹ کی اندرونی خصوصیت، نہ ذخیرہ اندوزی اور نہ سٹے بازی، باہر سے بے اثر نہ کر دی جائے، یہ سرحد ایک

قابو شدہ جھلی ہے، قیمتوں کے فرق سے منافع کمانے کے لیے کھلا دروازہ نہیں۔ فرد کا تبادلہ محدود ہے۔ وہ سفر یا درآمد جیسی جائز بیرونی ضرورتیں پوری کرتا ہے، مگر پوائنٹس کو غیر ملکی دولت میں کھینچ لے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ بڑے پیمانے کا ایسا اخراج، جو قدری پوائنٹس کو بیرون ملک سرمائے میں بدل کر وہاں سے طاقت واپس لے آتا، دکھائی دیتا ہے اور محدود ہے۔ الٹی سمت میں بھی یہی ہے۔ جو کسی دوسرے نظام سے آ کر بسے، وہ اپنے حقوق ساتھ لاتا ہے، مگر اپنی طاقت نہیں، کیونکہ غیر ملکی دولت کو صرف اسی پیمانے پر قدری پوائنٹس میں بدلا جا سکتا ہے جس پر کسی اور کے لیے، اور باقی وہی رہتی ہے جو وہ ہے: باہر۔ ایک بفر فنڈ شرح تبادلہ کو ایک مستحکم دائرے میں رکھتا ہے اور بیرونی جھٹکوں اور سٹے بازی سے بچاتا ہے، اور وہ رسدی زنجیریں جن پر بقا کا انحصار ہے، اندر یا کئی شراکت داروں کے ذریعے محفوظ کی جاتی ہیں، تاکہ کوئی باہر سے نظام کو بھوکا نہ مار سکے۔ جو ادارہ ٹیکنالوجی برآمد کرتا ہے، اسے قدری پوائنٹس ملتے ہیں جنہیں ان قواعد کے اندر سرحدی تبادلہ گاہ پر بدلا جا سکتا ہے۔ سرحد کا مقصد ہی یہ ہے کہ اندرونی نظام غیر ملکی کرنسی کے چور دروازے سے محفوظ رہے۔ جھلی حقیقی ضرورتوں کے لیے قدر کو گزرنے دیتی ہے اور اس رخنے کو بند کرتی ہے جس سے کوئی ذخیرہ اندوزی کی ممانعت سے بچ نکل سکتا۔

شفافیت اور تحفظ

تمام منتقلیاں اجتماعی بینکوں کے ذریعے ہوتی ہیں، جو محفوظ لین دین، شفافیت اور غلط استعمال کے خلاف نگرانی کے لیے ہیں، کسی منافع کے لیے نہیں۔ معلومات ایک ایسے بنیادی ڈھانچے پر رکھی جاتی ہیں جس میں جعل سازی ممکن نہیں۔ کھاتے باہر سے فرضی ناموں سے ہیں، کسی شخص سے ان کا تعلق صرف عدالتی حکم پر معلوم کیا جا سکتا ہے، اور معاشرہ مجموعی اعداد و شمار دیکھتا ہے، فرد کی زندگی نہیں۔ بڑی تخصیصات چار آنکھوں کے اصول کے تابع ہیں، ملی بھگت اور فرضی خدمات کے نمونے پہچان کر شائع کیے جاتے ہیں، اور جو غلط استعمال کو بے نقاب کرے، اسے تحفظ حاصل ہے۔ اس طرح معاشی نظام پیسے پر انحصار ختم کرتا ہے اور ساتھ ہی باضابطہ منڈیوں کا فائدہ بھی برقرار رکھتا ہے۔ کسی کو یہ ڈر نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنی بنیادی ضرورتیں پوری نہیں کر سکے گا۔ کوئی ہوا، پانی یا خوراک پر اجارہ داری قائم نہیں کر سکتا۔ کوئی ایجاد اب سرمائے کی کمی سے ناکام نہیں ہوتی۔ بقا کے لیے حقوق اور تشکیل کے لیے قدری پوائنٹس، اسی میں اس نظام کا توازن، اعتماد اور استحکام ہے۔

ادارے، سرمایہ اور اختراع

• سرمائے کی طاقت کے بغیر ادارے

SOLIS میں کاروبار باقی رہتے ہیں، کیونکہ وہ حرکت، مہارت اور تخصص کے محرک ہیں۔ یہ تصنیف انہیں ادارے کہتی ہے، کیونکہ وہ کچھ چلاتے ہیں، کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے۔ ادارہ ان لوگوں کی ایک برادری ہے جو مل کر کچھ تیار کرتے ہیں یا کوئی خدمت انجام دیتے ہیں۔ وہ قدری پوائنٹس میں ایک ادارہ جاتی کھاتا رکھتا ہے، جس میں وہ اپنی دی ہوئی اختیاری اشیا کی آمدنی وصول کرتا ہے اور درکار چیزوں پر خرچ کرتا ہے۔ باقی سے وہ اپنے ارکان کی حصہ داری کا معاوضہ دیتا ہے۔ اس کے بعد جو بچے، اسے وہ تبدیلی اور خطرے کے لیے محفوظ ذخیرے کے طور پر رکھ سکتا ہے، ایک ایسی حد تک جو اس کی ضرورت سے طے ہوتی ہے۔ جو اس سے بھی زیادہ ہو، وہ ارکان اور اجتماعی حصے میں جاتا ہے۔ یعنی ادارہ اچھا کاروبار کر سکتا ہے اور اپنی مہارت سے بڑھ سکتا ہے، مگر وہ ایسی دولت نہیں بن سکتا جو دوسرے اداروں کو خرید لے، اور نہ ایسی طاقت جو قواعد لکھے۔ جو سرمایہ کاری اسے درکار ہو اور اس کے محفوظ ذخیرے سے پوری نہ ہو سکے، وہ فنڈز سے لیتا ہے۔ کوئی سرمایہ منڈی نہیں۔

ادارے کے لوگ شریک ہیں، جنس نہیں۔ وہ قیادت اور اپنے کام کے قواعد کے فیصلے میں شامل ہوتے ہیں، اور قیادت ہر دوسرے عہدے کی طرح ایک میعادی عہدہ ہے۔ کسی ادارے کی کامیابی صرف اس سے نہیں ناپی جاتی جو آخر میں بچ جائے، بلکہ اتنی ہی اس کے استحکام، اجتماعیت کے لیے اس کی حصہ داری، اس کے ماحولیاتی کھاتے اور اس کی ذمہ داری سے بھی، اور ایک عوامی، شفاف جائزہ نظام ان پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے۔ جو ادارہ اپنے ارکان کو منصفانہ معاوضہ دیتا ہے، محتاط اجزا استعمال کرتا ہے اور مقامی برادری کو مضبوط کرتا ہے، اسے صرف خرچ بچانے والے ادارے سے بہتر درجہ ملتا ہے، اور اسے فنڈز سے اپنی ضرورت کی چیز زیادہ آسانی سے ملتی ہے۔ مقصد ایک ایسی معیشت ہے جو اعداد کو ادھر ادھر کرنے کے بجائے حقیقی قدر پیدا کرے: اس میں کام کرنے والے لوگوں کے لیے، ان برادریوں کے لیے جنہیں وہ فراہمی کرتی ہے، اس فطرت کے لیے جسے وہ استعمال کرتی ہے، اور اس مستقبل کے لیے جس کی تشکیل میں وہ ہاتھ بٹاتی ہے۔ مقصد نمو کو بذات خود زیادہ سے زیادہ کرنا نہیں۔ مقصد صحیح چیزوں کو بڑھنے دینا ہے: صحت، تعلیم، تخلیقی صلاحیت، پائیداری اور انصاف۔

جال دار سرمایہ تقسیم

یہاں طاقت کا ایک ایسا سوال چھپا ہے جسے کوئی معاشی نظام نظر انداز نہیں کر سکتا۔ قدری پوائنٹ خالص گردش ہے۔ وہ بہتا ہے، مگر جمع نہیں ہوتا۔ یوں ذخیرہ اندوزی نجی بالادستی کے ماخذ کے طور پر روک دی گئی، مگر وہ غائب نہیں ہوئی۔ وہ منتقل ہو گئی ہے۔ بڑے منصوبے بڑے وسائل مانگتے ہیں، اور یہ فیصلہ کہ کون سا منصوبہ انہیں پائے، سب سے دور رس معاشی فیصلہ ہے۔ اب یہ فنڈز کے پاس ہے، جنہیں اجتماعی حصے اور کامیاب منصوبوں کی واپسی سے بھرا جاتا ہے۔ تاکہ یہاں کوئی نئی چوٹی نہ بنے، سرمائے کی تقسیم ایک ہاتھ میں نہیں دی جاتی بلکہ جال کی طرح بُنی جاتی ہے: بہت سے فنڈ ساتھ ساتھ، علاقائی، شعبہ جاتی اور شہریوں کے چلائے ہوئے، ہر ایک طاقت کے نظام کے مطابق بنا ہوا، جزوی طور پر قرعے سے، بدلتی رکنیت والا اور جواب دہ۔ فیصلہ کن چیز راستوں کی کثرت ہے۔ جو کسی خیال کو حقیقت بنانا چاہے، وہ کئی آزاد فنڈز سے رجوع کر سکتا ہے، اس لیے ایک «نہیں» کبھی پورے نظام کی «نہیں» نہیں ہوتی۔ وہ صرف ایک دروازے کی «نہیں» ہے۔ وسائل کا ایک مقررہ حصہ اس انحراف کرنے والے کے لیے مخصوص رہتا ہے جو رائج اتفاق رائے کو چیلنج کرے۔ یوں مستقبل بنانے والی قوت بکھری رہتی ہے اور تخت نہیں بنتی۔

سرمائے کی رکاوٹ کے بغیر اختراع

تحقیق اور ترقی سرمائے کی کمی سے ناکام نہیں ہو سکتی۔ فنڈز بنیادی ڈھانچا، مواد، تجربہ گاہ کا وقت اور ٹیمیں فراہم کرتے ہیں۔ ذاتی محنت کا معاوضہ قدری پوائنٹس میں دیا جاتا ہے، اور خیالات اور ایجادات ایک مناسب مدت کے بعد سب کے لیے کھلی ہو جاتی ہیں، جبکہ موجد کو اعتراف اور ثابت شدہ فائدے سے قدری پوائنٹس کی آمدنی ملتی ہے۔ جو سائنس دان ری سائیکلنگ کا کوئی نیا طریقہ ایجاد کرے، اسے فنڈ سے وسائل ملتے ہیں، اس کی ٹیم کا خرچ اٹھایا جاتا ہے، اور خود اسے اس کی حصہ داری پر سراہا جاتا ہے، بغیر اس کے کہ ایجاد کو کسی ایسے پیٹنٹ کے پیچھے بند کر دیا جائے جو عام لوگوں کو رسائی سے محروم کرے۔ منصوبے کھلے سنگ میلوں سے گزرتے ہیں، جہاں وہ خود کو ثابت کرتے ہیں یا ختم ہو جاتے ہیں۔ جو ناکام ہوتا ہے، وہ دیر سے اور مہنگا نہیں بلکہ جلدی اور سبق آموز طریقے سے ناکام ہوتا ہے۔

کام اور حصہ داری

آج کے بیشتر نظاموں میں کام خوف سے گہرا جڑا ہوا ہے: کافی نہ کما سکنے کا خوف، غیر ضروری ہو جانے کا خوف، پیچھے رہ جانے کا خوف،

یا بیمار اور تھک کر چور ہو جانے اور یوں بے قدر ہو جانے کا خوف۔ ہم نے ایسے معاشرے بنائے ہیں جن میں کام بنیادی طور پر زندہ رہنے کا ذریعہ ہے۔ نتیجہ ایسے لوگ ہیں جو ناپسندیدہ کاموں میں پھنسے رہتے ہیں، ایسی تخلیقی صلاحیت جو روزانہ کی مشقت میں دم توڑ دیتی ہے، اور ایسی ایجادات جو پڑی رہ جاتی ہیں کیونکہ وہ فوری طور پر کچھ نہیں دیتیں۔ SOLIS کام کو مختلف طرح سمجھتا ہے: بقا کی مجبوری کے طور پر نہیں بلکہ تخلیق، حصہ داری اور معنی کے اظہار کے طور پر۔

چونکہ SOLIS میں زندگی کی بنیادیں یقینی ہیں، اس لیے کسی کو زندہ رہنے کے لیے کام نہیں کرنا پڑتا۔ اس سے یہ نہیں ہوتا کہ کوئی کام ہی نہ کرے۔ اس کا الٹ ہوتا ہے۔ لوگ حصہ لیتے ہیں کیونکہ وہ اس میں معنی دیکھتے ہیں، کچھ دینا اور خود کو نکھارنا چاہتے ہیں، اور کیونکہ بنیادی سطح سے آگے کی ہر چیز حصہ داری سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک جوان ماں جز وقتی طور پر پڑھاتی ہے کیونکہ اسے علم بانٹنے میں خوشی ملتی ہے، اس ڈر سے نہیں کہ ورنہ اس کا تحفظ چھن جائے گا۔ ایک بزرگ انجینئر توانائی کے پلانٹ پر کام کرتا ہے کیونکہ وہ کچھ بامعنی کرنا چاہتا ہے، کرائے کی فکر میں نہیں۔ جو کوئی حصہ نہیں ڈالتا، وہ بنیادی فراہمی سے محروم نہیں ہوتا، کیونکہ وہ وقار سے بندھی ہے، کارکردگی سے نہیں۔ مگر وہ بنیادی سطح پر رہتا ہے، اس سے اوپر نہیں، اور جو

اجتماعیت حصہ داری کو نمایاں کرتی ہے، اسے اس کی توقع رکھنے کے لیے کسی جبر کی ضرورت نہیں۔

یوں ایک سوال باقی رہتا ہے جس کا جواب ہر ایسے نظام کو دینا ہوتا ہے جس میں تنگی نہ ہو: وہ کام کون کرے جسے کوئی خوشی سے نہیں کرتا؟ پہلے مشین۔ معمول کے کام اور خطرناک، بھاری اور اکتا دینے والے کام خودکار بنا دیے جاتے ہیں، تاکہ انسان اس پر توجہ دے سکیں جو مشینیں نہیں کر سکتیں: تخلیق، ہمدردی، فیصلہ، پیچیدہ مسائل کا حل، سماجی اور جذباتی کام۔ اور جہاں پھر بھی کسی انسان کو یہ کام کرنا پڑے، وہاں قدری پوائنٹ بولتا ہے۔ کسی قلت والے شعبے میں، رات کے وقت، سردی میں، گندگی یا خطرے کے ساتھ کام فی گھنٹہ زیادہ پوائنٹس دیتا ہے، کیونکہ اجتماعیت کی ضرورت ان عوامل میں سے ہے جن سے حصہ داری ناپی جاتی ہے۔ جو آج سب سے کم اجرت پر نمٹا دیا جاتا ہے کیونکہ سب سے غریبوں کو کرنا پڑتا ہے، SOLIS میں اس کا معاوضہ زیادہ ہے کیونکہ سب کو اس کی ضرورت ہے۔ تاکہ خودکاری انسانوں کو فالتو نہ بنا دے، فنڈز مزید تربیت، نئی تربیت اور صلاحیتوں کے فروغ کا خرچ اٹھاتے ہیں، اور اختراع سب کے لیے کھلی ہے، صرف بڑے اداروں کے لیے نہیں۔ پلاسٹک سے پاک پیکنگ کا خیال رکھنے والے ایک طالب علم کو کسی اختراعی

مرکز تک رسائی ملتی ہے، بغیر اس کے کہ وہ امیر والدین یا سرمایہ کاروں کا محتاج ہو۔

ایک ایسی معیشت میں جہاں مشینیں اور مصنوعی ذہانت ضروری کام کا بڑھتا ہوا حصہ سنبھال لیتی ہیں، ایک پرانا سوال نئے سرے سے اٹھتا ہے: انسان کس لیے کام کرتا ہے، اور ایک کامیاب زندگی کس پیمانے سے ناپی جاتی ہے؟ SOLIS حصہ داری کو جبر سے الگ کرتا ہے۔ خودکاری جو مشقت کم کرتی ہے، اسے وقت کی صورت میں لوٹا دیتی ہے، نگہداشت، تعلیم، تخلیق اور اجتماعیت کے لیے۔ اور کامیابی کا پیمانہ بدل جاتا ہے۔ کامیاب وہ نہیں جو سب سے امیر ہو، بلکہ وہ جو اجتماعیت کے لیے کوئی دیرپا چیز بنائے۔ کام کا وقار اس کی آمدنی میں نہیں بلکہ اس کے معنی میں ہے۔

تقسیم کا انصاف

تقریباً ہر سیاسی بحث انصاف کی بات کرتی ہے، پھر بھی ہر کوئی اس سے کچھ اور مراد لیتا ہے: کچھ مکمل مساوات، کچھ مکمل آزادی، کچھ ایک منصفانہ توازن۔ SOLIS میں تقسیم کے انصاف کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کسی کو بالکل ایک جیسا ملے۔ اس کا مطلب تین باتیں ہیں:

کہ ہر کسی کے پاس ایک باوقار، محفوظ اور بھرپور زندگی کے لیے کافی ہو، کہ جو خاص طور پر حصہ لے، وہ زیادہ لطف اٹھا سکے جب تک وہ دوسروں کی قیمت پر نہ جیے، اور کہ معاشرے کو تقسیم کرنے والی انتہائی عدم مساوات پیدا ہی نہ ہو۔ یہ راستہ ایک دوہرے ادراک سے نکلتا ہے۔ انتہائی مساوات اکثر محنت اور ایجاد کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ انتہائی عدم مساوات معاشروں کو زہر آلود کرتی، اعتماد کو تباہ کرتی اور تشدد کو غذا دیتی ہے۔

بنیاد یہ ہے کہ کسی کو محض زندہ رہنے کے لیے ڈرنا نہ پڑے۔ خوراک، صاف پانی، طبی سہولت، محفوظ رہائش، تعلیم اور شرکت تک رسائی یقینی ہے، بنیادی حق کے طور پر، خیرات کے طور پر نہیں۔ اکیلے بچے پالنے والی ماں کو یہ فکر نہیں کرنی پڑتی کہ وہ اپنے بچوں کو کھلا اور سنبھال سکے گی یا نہیں، اور کوئی بوڑھا انسان خلا میں نہیں گرتا۔ یہی ہر اگلی آزادی کی شرط ہے، کیونکہ جو بقا کی جنگ لڑ رہا ہو، وہ آزادی سے سوچ نہیں سکتا، تخلیق نہیں کر سکتا اور پروان نہیں چڑھ سکتا۔

اس بنیاد کے اوپر SOLIS تسلیم کرتا ہے کہ انسان صلاحیت، جذبے اور کارکردگی میں مختلف ہیں۔ جو زیادہ حصہ ڈالے، ذمہ داری اٹھائے یا ایجادات کو آگے بڑھائے، وہ زیادہ لطف بھی اٹھا سکتا ہے: بڑا گھر، دور کا سفر، اپنے منصوبے کے لیے زیادہ وسائل، زیادہ قدردانی۔ فیصلہ کن بات صرف یہ ہے کہ یہ استحصال پر قائم نہ ہو۔ کوئی

خوشحال ہو سکتا ہے کیونکہ اس نے کچھ بنایا، اس لیے نہیں کہ اس نے دوسروں کو دبایا یا دھوکا دیا۔ اسی لیے انعام ملتا ہے طبی ایجاد والی سائنس دان کو، منصفانہ کام اور دیرپا مصنوعات بنانے والے ادارے کو، اور ثقافت کو مالا مال کرنے والے فنکار کو۔ انعام نہیں ملتا اس سٹے باز کو جو قدر پیدا کیے بغیر پیسے سے پیسہ بناتا ہے، اس ادارے کو جو اپنے نقصانات کا بوجھ عوام پر ڈال دیتا ہے، اور اس اشرافیہ کو جو خود کو صرف طاقت اور علیحدگی سے پہچانتی ہے۔ SOLIS میں یہ فرق کوئی اخلاقی اپیل نہیں بلکہ خود قدری ذریعے میں بنا ہوا ہے۔ جہاں نہ سود ہو نہ سٹے بازی، وہاں پیسے سے پیسہ نہیں بنایا جا سکتا۔

تاکہ انتہائیں پیدا ہی نہ ہوں، نظام کو بعد میں دوبارہ تقسیم کی ضرورت نہیں پڑتی، کیونکہ اس کے توازن کے طریقے ماخذ ہی پر کام کرتے ہیں۔ اجتماعی حصہ زیادہ پانے والے سے فیصد کے حساب سے زیادہ لیتا ہے۔ ذخیرہ اندوزی کی دہلیز بچت کو طاقت بننے سے روکتی ہے۔ وراثت کا قاعدہ عدم مساوات کو نسل در نسل منتقل ہونے سے روکتا ہے۔ جمع کیے گئے وسائل مبہم خزانوں میں غائب نہیں ہوتے۔ انہیں دکھائی دینے والے اور قابل جانچ طریقے سے تعلیم، صحت، ایجاد اور اجتماعیت میں لگایا جاتا ہے۔ اختراعی انعامات طویل مدتی فائدے کے خیالات دینے والے کو صرف قدردانی نہیں بلکہ انہیں حقیقت بنانے کے وسائل بھی دیتے ہیں۔ یوں نظام اس

تحفظ کو، جس کی انسانوں کو بے خوف جینے کے لیے ضرورت ہے، اس حرکت سے جوڑتا ہے جس کی معاشروں کو آگے بڑھنے کے لیے ضرورت ہے۔ مقصد خوشحالی کو شیطان بنا کر دکھانا نہیں۔ مقصد اسے ذمہ داری سے جوڑنا اور انتہائی غربت کو روکنا ہے، کیونکہ وہ صرف متاثرین کو نہیں بلکہ پورے معاشرے کو مفلوج کر دیتی ہے۔ جہاں لوگ نظام کو منصفانہ محسوس کریں، وہاں اعتمادپیدا ہوتا ہے، اور اعتماد وہ گارا ہے جس کے بغیر معیشت، سیاست اور اجتماعیت بکھر جاتی ہیں۔

بڑھاپے کا تحفظ

بڑھاپے کے ساتھ برتاؤ سے پتا چلتا ہے کہ کوئی معاشرہ اپنے انسانوں کی قدر کرتا ہے یا انہیں چھوڑ دیتا ہے۔ بہت سے موجودہ نظاموں میں بڑھاپے کا تحفظ خوف میں لپٹا ہے: بڑھاپے میں کافی نہ ہونے کا خوف، عمر بھر کام کے باوجود غربت پر انجام کا خوف، یا اجتماعیت پر بوجھ بن جانے کا خوف۔ روایتی پنشن نظام آبادیاتی تبدیلیوں، غیر یقینی مالیات اور ایک ایسی عمر بھر کی کارکردگی کی وجہ سے دباؤ میں ہیں جسے منصفانہ طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس کے برعکس SOLIS

بڑھاپے میں وقار کو حق کے طور پر یقینی بناتا ہے، خیرات کے طور پر نہیں۔ کوئی ایک مقررہ وقار کی سطح سے نیچے نہیں گرتا، جس نے حصہ ڈالا ہے، اسے سمجھ میں آنے والے طریقے سے زیادہ ملتا ہے، اور آبادیاتی تبدیلی میں بھی نظام مستحکم رہتا ہے۔

یہ تحفظ تین ستونوں پر قائم ہے۔ پہلا بنیادی پنشن ہے: رہائش، توانائی، صحت اور خوراک کے حقوق بڑھاپے میں بھی زندگی کے کسی بھی اور مرحلے کی طرح لاگو ہوتے ہیں اور روزگار کی تاریخ سے قطع نظر ہر کسی کو باوقار زندگی کی ضمانت دیتے ہیں۔ دوسرا خدمتی پوائنٹس ہیں۔ یہ کوئی دوسرا پیسہ نہیں بلکہ عمر بھر کی کارکردگی کی یادداشت ہیں۔ کام، نگہداشت، پرورش اور رضاکارانہ خدمت کا ہر سال گھنٹوں، اہلیت اور ضرورت کے مطابق خدمتی پوائنٹس کے طور پر درج ہوتا ہے، اور ان کے مجموعے سے بڑھاپے میں قدری پوائنٹس کی ایک مسلسل وصولی طے ہوتی ہے، جس کا بوجھ نوجوانوں کا اجتماعی حصہ اٹھاتا ہے۔ تیسرا ایک پیداواری فنڈ ہے، ایک اجتماعی، وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا فنڈ، جو اداروں، بنیادی ڈھانچے اور توانائی کے پلانٹوں میں سرمایہ لگاتا ہے، اور جس کی آمدنی، سود سے نہیں بلکہ ان کے حقیقی استعمال سے، قدری پوائنٹس کی صورت میں بزرگوں تک پہنچتی ہے۔ چونکہ تحفظ کبھی صرف ایک ماخذ پر قائم نہیں ہوتا، اس لیے ایک ماخذ کمزور ہو جائے تب بھی وہ بوجھ اٹھاتا ہے۔

فیصلہ کن بات یہ ہے کہ عمر بھر کی کارکردگی ہر صورت میں شمار ہوتی ہے۔ رشتہ داروں کی نگہداشت اور بچوں کی پرورش پوری طرح شمار کی جاتی ہے، ایک قیمتی حصہ داری کے طور پر، زندگی کے سفر میں کسی خلا کے طور پر نہیں۔ جو ماں برسوں پرورش میں لگاتی ہے، وہ بھی اتنے ہی پوائنٹس جمع کرتی ہے جتنے کوئی کمانے والا۔ اہلیت اور قلت کا ایک عامل خاص طور پر ضروری کاموں کی قدر کرتا ہے، جبکہ ہر سال کی ایک بالائی حد خود استحصالی سے بچاتی ہے۔ پائیداری کا ایک عامل آبادیاتی اتار چڑھاؤ کو نرمی سے متوازن کرتا ہے، پوری پوری نسلوں کو حیران کرنے کے بجائے، اور پیداواری فنڈ وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا اور معاشی چکروں کے الٹ ترتیب دیا گیا ہے۔

مزید یہ کہ نظام لچک دار اور انسانی ہے۔ بڑھاپے میں بتدریج داخلہ، مثلاً 62 اور 70 برس کی عمر کے درمیان، ایک انصاف کے عامل کے ساتھ انفرادی راستوں کی اجازت دیتا ہے۔ جو زیادہ دیر حصہ ڈالنا چاہے، اس کی قدر کی جاتی ہے، اور جسے جلدی جانا پڑے، وہ اتھاہ گہرائی میں نہیں گرتا۔ کام کی صلاحیت کم ہو جانے پر فرضی جمع تحفظ دیتی ہے، اور پسماندگان کو فنڈ کے حصوں کی منتقلی سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ موجودہ نظام سے منتقلی بھی منصفانہ طور پر ترتیب دی گئی ہے۔ حاصل شدہ پنشن کے حقوق خدمتی پوائنٹس میں بدل دیے جاتے ہیں، ایک طویل مرحلہ جس میں دونوں نظام ساتھ ساتھ چلتے ہیں نرم تبدیلی

کو یقینی بناتا ہے، اور بزرگ نسلوں کو ضمانت شدہ کم از کم حدیں ملتی ہیں۔ یوں SOLIS بڑھاپے سے خوف نکال دیتا ہے: عمر بھر کام کے باوجود بڑھاپے کی غربت نہیں، نگہداشت اور پرورش کی سزا نہیں، آبادیاتی عدم توازن سے انہدام نہیں۔

گردشی معیشت اور توانائی

روایتی معیشت ایک تباہ کن تال پر چلتی ہے: لو، استعمال کرو، پھینک دو۔ خام مال نکالا جاتا ہے، مصنوعات میں ڈھالا جاتا ہے، استعمال کیا جاتا ہے اور آخر میں کچرے کے طور پر پھینک دیا جاتا ہے۔ اس سیدھی لکیر والے نظام نے تھکی ہوئی زمینیں، آلودہ سمندر، زہریلے کوڑا گھر اور تباہ شدہ ماحولیاتی نظام چھوڑے ہیں اور آب و ہوا کی تبدیلی کو تیز کیا ہے۔ SOLIS اس منطق سے ناتا توڑتا ہے۔ وہ قواعد جن کے مطابق اس کی معیشت دائرے میں چلتی ہے، یہیں بیان ہونے چاہییں۔ کرۂ ارض کی حدیں اور زندہ دنیا کی شفا، جن کی خدمت یہ قواعد کرتے ہیں، اگلا باب کھول کر بیان کرتا ہے۔

گردشی معیشت میں وسائل خرچ نہیں ہوتے۔ وہ گردش کرتے ہیں۔ مصنوعات دیرپا، قابل مرمت، ماڈیولر اور دوبارہ قابل استعمال

ہیں، اور منصوبہ بند فرسودگی ممنوع ہے۔ کسی آلے کے معیاری ماڈیول ہوتے ہیں، اس لیے بیٹری کمزور ہو تو صرف وہی بدلی جاتی ہے، پورا آلہ نہیں، اور اس کی زندگی کے آخر میں الگ الگ پرزے دائرے میں لوٹ جاتے ہیں۔ بچا کھچا مواد دوسرے عمل کا خام مال بنتا ہے، اور ادارے اس طرح جڑے ہوتے ہیں کہ ایک کا بچا ہوا دوسرے کا خام مال بن جاتا ہے۔ یہ قواعد قیمت کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے اندر ہیں۔ چونکہ ماحولیاتی لاگت ہر قدری قیمت میں شامل ہوتی ہے اور ہر پیداوار کا اپنا مصنوعاتی پرچہ ہوتا ہے، اس لیے محتاط چیز نقصان دہ سے سستی ہے، اور گردش معیشت کی معمول کی ترتیب ہے، استثنا نہیں۔ جو توانائی یہ سب چلاتی ہے، وہ ایسے ذرائع سے آتی ہے جو کرۂ ارض کو نہیں کھاتے۔ اس کا غیر مرکزی اور مضبوط نظام زمین والا باب بیان کرتا ہے۔ یوں SOLIS اس تصور کو توڑتا ہے کہ معیشت ایک ایسا کھیل ہے جس میں جو معیشت جیتتی ہے، وہ فطرت ہارتی ہے۔

عالمی معاشی تعاون

ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جو معیشت سے جڑی ہوئی ہے۔ کوئی ملک اور کوئی خطہ اب اکیلا نہیں۔ خام مال، اشیا، معلومات اور

خیالات سرحدوں کے پار بہتے ہیں، اور یہ نعمت بھی ہو سکتا ہے اور لعنت بھی۔ اب تک لعنت غالب ہے: ایسی آزاد تجارت جو منافع کو زیادہ سے زیادہ کرتی ہے مگر برادریوں کو تباہ کرتی ہے، ایسی رسدی زنجیریں جو استحصال اور ماحولیاتی تباہی پر قائم ہیں، اور ایسے جغرافیائی سیاسی طاقت کے کھیل جن میں معیشت کو دباؤ کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ SOLIS بھی معیشت کو عالمی سطح پر سوچتا ہے۔ مگر وہ اسے تعاون کے ایک ایسے جال کے طور پر سوچتا ہے جو سب کے کام آئے، صرف سب سے طاقتوروں کے نہیں، لوٹ مار کی مہم کے طور پر نہیں۔

تجارتی تعلقات انصاف، پائیداری اور احترام پر قائم ہیں۔ معاہدے دیووں کے درمیان طاقت کے کھیل نہیں بلکہ واضح اخلاقی اصولوں پر مبنی سمجھوتے ہیں: منصفانہ معاوضہ، ماحولیاتی ذمہ داری، ثقافتی خصوصیات کا احترام اور قلیل مدتی قبضے کے بجائے طویل مدتی شراکت۔ اسی لیے کسی امیر خطے کا کوئی ادارہ کسی غریب خطے سے سستا خام مال یوں ہی نہیں لے جا سکتا، مقامی برادریوں کو معاوضہ دیے بغیر اور ماحولیاتی معیارات کی پابندی کیے بغیر۔ معاہدوں کو ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ مقامی طور پر کیسے سرمایہ لگایا جا رہا ہے، کون سے معیارات لاگو ہیں اور دونوں فریق کیسے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کمزور خطوں کو محتاجی میں رکھنے کے بجائے مضبوط کیا جاتا ہے۔ محتاجی کو پکا کرنے

والی امداد کی جگہ ٹیکنالوجی اور علم کی منتقلی، مقامی مزاحمت پیدا کرنے والے بنیادی ڈھانچے کی منصفانہ مالیات، اور برابری کی سطح پر شراکتیں آتی ہیں جن میں مقامی آوازیں فیصلے میں شریک ہوتی ہیں۔ یوں کوئی خطہ عالمی جالوں کی مدد سے اپنے پائیدار توانائی نظام بناتا ہے، مگر ایسے گلا گھونٹنے والے معاہدوں کے بغیر جو اسے ہمیشہ کے قرض میں ڈبو دیں۔

تاکہ یہ کامیاب ہو، SOLIS ٹھوس میکانزموں پر انحصار کرتا ہے۔ کھلے تجارتی پلیٹ فارم معاہدوں اور نتائج کو قابل مشاہدہ بناتے ہیں اور مفادات کے ٹکراؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔ معاشی معاملات کی اخلاقیات کونسلیں بڑے منصوبوں اور معاہدوں پر صرف مشورہ نہیں دیتیں، انہیں جانچتی بھی ہیں۔ مشترکہ اختراعی فنڈز، جن میں سب اپنی معاشی طاقت کے مطابق ادائیگی کرتے ہیں، اپنے نتائج سب کے ساتھ بانٹتے ہیں۔ بہت سے نظاموں کی دنیا مجموعی طور پر کیسے جڑی رہتی ہے، بغیر اس کے کہ اس کے اوپر کوئی حکمران پیدا ہو، یہ عالمی نظام والا باب کھول کر بیان کرتا ہے۔ یہاں اصول کافی ہے: ایک باہم مربوط عالمی معیشت، جس میں تعاون مقابلے سے زیادہ مضبوط ہو، جس میں قواعد سب کے لیے ہوں، صرف کمزوروں کے لیے نہیں، اور جس میں ایجاد کو ایک مشترکہ خزانہ سمجھا جائے۔ دنیا اتنی گتھی ہوئی اور اتنی نازک ہے کہ پرانے سانچوں کو جاری نہیں رکھا جا سکتا۔

باب

06



کرۂ ارض، ماحولیات اور بحالی

جس دریا پر مارا کام کرتی تھی، اس کے بچپن میں اس سے تیل کی بو آتی تھی۔ بیس برس میں اس کے ادارے نے اسے موڑ در موڑ اس کے پرانے راستے پر لوٹا دیا تھا، اور جب پہلی سالمن مچھلیاں واپس آئیں تو شہر نے جشن منایا۔ کنارے کے ہر منصوبے پر میز پر ایک امین خاتون بیٹھتی تھی جو دریا کی طرف سے بولتی تھی اور ان کی طرف سے جو سو برس بعد اس کے وارث ہوں گے۔ وہ ہمیشہ اتفاق نہیں کرتی تھی۔ کبھی کبھی وہ درست ہوتی تھی۔

یہ تصنیف جس چیز کا بھی خاکہ پیش کرتی ہے، حلقہ، قانون، معیشت، تعلیم، سب ایک ایسی شرط پر کھڑا ہے جسے نہ کوئی اکثریت طے کر سکتی ہے اور نہ کوئی مجلس منسوخ کر سکتی ہے: ایک زندہ سیارہ۔ تباہ شدہ زمین پر بہترین نظام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لیے زمین کے لیے ذمہ داری پانچ بنیادوں میں سے محض ایک نہیں۔ یہ وہ بنیاد ہے جس کے بغیر باقی چاروں کی کوئی جگہ ہی نہ رہتی۔ یہ باب اس سے نکلنے والی باتوں کو یکجا کرتا ہے۔

کرۂ ارض کی حدیں

نقطہ آغاز ایک ایسا ادراک ہے جو سیاست سے پہلے آتا ہے، کیونکہ وہ طبیعیات سے نکلتا ہے: کرۂ ارض کی حدیں ہیں۔ سائنس نے انہیں کرۂ ارض کی برداشت کی حدوں کا نام دیا ہے، آب و ہوا کا استحکام، زندگی کا تنوع، پانی، ہوا اور مٹی کی پاکیزگی، اور ان حدوں سے آگے وہ نظام الٹ جاتا ہے جو ساری زندگی کو تھامے ہوئے ہے۔ ہم نے زمینوں کو نچوڑ لیا، سمندروں سے حد سے زیادہ مچھلیاں پکڑیں، جنگل کاٹ ڈالے اور فضا میں گرین ہاؤس گیسیں یوں بھریں جیسے کل کبھی آئے گا ہی نہیں۔ انواع اس رفتار سے مٹ رہی ہیں جو زمین کی تاریخ

کی بڑی معدومیت کی لہروں کے قریب پہنچ رہی ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں، دہائیوں سے جانتے ہیں، اور یوں عمل کرتے ہیں جیسے ہمارے پاس لامحدود وقت ہو۔ اسی لیے SOLIS ان حدوں کو وہی سمجھتا ہے جو وہ ہیں: ایک دیوار، جس کے اندر تمام معاشی سرگرمی اور تمام آزادی کی جگہ ہے۔ ماحولیاتی لاگت لازمی طور پر ہر قیمت میں شامل ہوتی ہے، اس لیے نقصان دہ چیز محتاط سے مہنگی ہے۔ نکالنے کی حدیں منڈی پر نہیں چھوڑی جاتیں بلکہ مجلسیں انہیں طے کرتی ہیں اور احتسابی ادارہ ان کی نگرانی کرتا ہے۔ جو ایک بار بقا کی حد کے طور پر پہچان لیا جائے، اسے کوئی معاشی تیزی منسوخ نہیں کر سکتی۔

محض تحفظ کے بجائے بحالی

جہاں پہلے ہی بہت کچھ تباہ ہو چکا ہو، وہاں تحفظ کافی نہیں رہتا۔ اسی لیے SOLIS تحفظ سے آگے بحالی پر زور دیتا ہے: صرف کم نقصان پہنچانا نہیں بلکہ فعال طور پر شفا دینا۔ جنگلوں کو صرف بچایا نہیں جاتا بلکہ واپس لایا جاتا ہے۔ زمینوں کو صرف بخشا نہیں جاتا بلکہ تعمیر کیا جاتا ہے۔ دریاؤں کی آلودگی صرف کم نہیں کی جاتی بلکہ انہیں ان کے پرانے راستوں اور ان کی زندگی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ وہ طریقے جو

فضا سے کاربن کھینچ کر زمین اور جنگلوں میں واپس پہنچاتے ہیں، اس شفا کا حصہ ہیں، مگر اس کا متبادل نہیں۔ وہ اخراج سے بچاؤ کے ساتھ کھڑے ہیں، اس کی جگہ نہیں۔ یوں کامیابی کا پیمانہ کم سے کم نقصان سے بدل کر زیادہ سے زیادہ صحت یابی ہو جاتا ہے۔ جو نسل کرۂ ارض کو اس سے زیادہ لوٹائے جتنا وہ لیتی ہے، وہ اس سمت کو الٹ دیتی ہے جس میں انسانیت طویل عرصے سے اپنی زندہ دنیا سے برتاؤ کرتی آئی ہے۔

بند دائرہ

فطرت میں کوئی کچرا نہیں۔ جو ایک جاندار خارج کرتا ہے، وہ دوسرے کی غذا ہے۔ SOLIS اس اصول کو معیشت کی بنیادی صورت بناتا ہے، اور معاشی نظام نے دکھایا ہے کہ یہ قیمتوں اور مصنوعات کے قواعد میں کیسے پیوست ہے۔ نکالنے سے استعمال اور پھر کچرے تک کی سیدھی لکیر کی جگہ بند دائرہ آتا ہے۔ مواد کو جتنی دیر ممکن ہو استعمال کیا جاتا ہے، دوبارہ برتا جاتا ہے اور اعلیٰ معیار پر پھر سے کام میں لایا جاتا ہے، تبدیلی سے پہلے مرمت، صرف سے پہلے دوبارہ استعمال، اور پوری پوری صنعتیں اس طرح جڑی ہیں کہ ایک کا بچا ہوا دوسرے

کا خام مال بن جاتا ہے۔ کسی ناکارہ آلے کا خول جلایا نہیں جاتا بلکہ کھول کر، صاف کر کے نئی مصنوعات میں ڈھال دیا جاتا ہے۔ یہ دوبارہ استعمال سے بڑھ کر ہے۔ یہ ایک ایسا خاکہ ہے جو شروع ہی سے گردش کے لیے بنایا گیا ہے، اور یہ ان انسانوں کو بھی بدلتا ہے جو اس میں جیتے ہیں: جو پھینکنے کے بجائے مرمت کرتا ہے، وہ چیزوں سے پھر سے رشتہ جوڑتا ہے۔

مگر یہ دائرہ محض دائرے میں نہیں گھومتا۔ وہ مواد کو بہاؤ میں رکھتا ہے اور ساتھ ہی علم اور خوشحالی کو اوپر اٹھاتا ہے۔ مادے میں گردش، فکر میں ترقی: یہی وہ مرغولہ ہے جس میں کوئی تہذیب خود کو کھائے بغیر قائم رہ سکتی ہے۔

زندہ دنیا کا حق

SOLIS لحاظ کے دائرے کو انسان سے آگے پھیلاتا ہے۔ ایک ماحولیاتی نظام، ایک دریا، ایک جنگل محض ملکیت اور خام مال نہیں۔ ان کا اپنا ایک وزن ہے جو فیصلوں میں شمار ہوتا ہے۔ جانور محسوس کرنے والے جاندار ہیں جنہیں نظام جہاں تک ممکن ہو تکلیف سے بچاتا ہے، اور وہ رویہ جو انہیں محض مواد بنا دے، اس میں کوئی جگہ نہیں

رکھتا۔ جہاں دور رس منصوبے زندہ دنیا کو چھوتے ہیں، وہاں اسے مقرر کیے گئے امینوں کے ذریعے آواز ملتی ہے، جو مجلسوں، اخلاقیات کونسلوں اور عدالتوں کے سامنے اس کے مفادات کی نمائندگی کرتے ہیں، جیسے کوئی سرپرست اس کے مفادات کی نمائندگی کرتا ہے جو اپنے لیے بول نہیں سکتا۔ اور چونکہ کرۂ ارض آنے والی نسلوں کا بھی ہے، اس لیے ہر نکاسی اس شرط کے تابع ہے کہ بعد میں آنے والے اسے رہنے کے قابل پائیں۔ اسی لیے اخلاقیات کونسلیں منصوبوں کو واضح طور پر اس دوہرے تقاضے پر جانچتی ہیں: موجودہ زندہ دنیا کے سامنے اور آنے والے انسانوں کے سامنے۔ جو اخلاق صرف انسانوں کو مراد لے، وہ بہت چھوٹا ہے۔

زراعت اور خوراک

انسان کو کرۂ ارض سے اتنا قریب کوئی چیز نہیں جوڑتی جتنا وہ جو وہ کھاتا ہے۔ اسی لیے SOLIS میں زراعت فطرت کے خلاف نہیں بلکہ اس کے ساتھ کام کرتی ہے۔ فصلوں کی گردش، نامیاتی مٹی کی تعمیر اور زرعی جنگلات کے نظاموں سے زمینوں کو نچوڑنے کے بجائے بنایا جاتا ہے، جنگلوں کا انتظام اس طرح کیا جاتا ہے کہ ان کا تنوع باقی

رہے، اور ماہی گیری میں مچھلیوں کے ذخائر کو صرف اتنا استعمال کیا جاتا ہے کہ وہ طویل مدت تک مستحکم رہیں۔ بڑے پیمانے کی وہ مویشی پروری جو تکلیف پیدا کرتی، زمین نگلتی اور آب و ہوا پر بوجھ ڈالتی ہے، ختم کی جاتی ہے۔ جو جانور پالے جاتے ہیں، انہیں اس طرح پالا جاتا ہے جو محسوس کرنے والے جانداروں کا حق ہے۔ خوراک ساتھ ہی بنیادی فراہمی کا حصہ ہے۔ بنیادی غذائی اشیا ایک حق ہیں، اور چونکہ ماحولیاتی لاگت ہر قیمت میں شامل ہے، اس لیے اختیاری اشیا میں بھی مقامی، موسمی اور محتاط چیز ہی فطری انتخاب ہے، مہنگا عیش نہیں۔ یوں خوراک احترام سے شروع ہوتی ہے: فطرت کے احترام سے، جانوروں کے احترام سے اور اپنے جسم کے احترام سے۔

توانائی اور طویل مستقبل

کسی دیرپا تہذیب کی مادی بنیاد ایسی توانائی ہے جو کرۂ ارض کو نہ کھائے۔ اسی لیے SOLIS قابل تجدید، غیر مرکزی اور مضبوط توانائی نظاموں پر انحصار کرتا ہے: سورج، ہوا، پانی اور زمینی حرارت، جنہیں ذخیرہ گاہیں اور ذہین گرڈ جوڑتے ہیں جو اتار چڑھاؤ کو متوازن کرتے ہیں۔ فنڈز کے ذریعے وہ ان چیزوں میں سرمایہ لگاتا ہے جو اس سے

بھی آگے لے جا سکیں، جوہری ادغام سے لے کر ایسی ذخیرہ گاہوں تک جو آج موجود نہیں، حال کو وعدوں پر کھڑا کیے بغیر۔ فوسل ایندھن مکمل طور پر ختم کر دیے جاتے ہیں۔ اور توانائی صرف مختلف طریقے سے پیدا ہی نہیں ہوتی بلکہ کم خرچ بھی ہوتی ہے۔ ایک پیداوار جو عمر بھر چلے، ایک شہر جس میں فاصلے کم ہوں، ایک گرڈ جو کچھ ضائع نہ کرے، کسی بھی پلانٹ کی پیداوار سے زیادہ بچاتے ہیں۔

فراہمی کا بکھرا ہوا ہونا صرف ماحولیاتی وجوہات نہیں رکھتا۔ بکھری ہوئی فراہمی ان خرابیوں کو سنبھال لیتی ہے جو کسی مرکزی فراہمی کو گرا دیتیں۔ ایک حصہ ناکارہ ہو جائے تو دوسرے بوجھ اٹھاتے ہیں، اور کوئی ایک گرہ معاشرے کی فراہمی کو اپنی مٹھی میں نہیں رکھتی۔ یوں ماحولیاتی ضرورت پوری تصنیف کی منطق سے مل جاتی ہے: کسی مرکزی وسیلے پر اجارہ داری نہیں بلکہ ایک ایسا جال جو اپنے پھیلاؤ ہی میں مضبوط ہے۔ اسی بنیاد پر، ایک صحت یاب ہوتے سیارے اور ایسی توانائی پر جو اسے ختم نہ کرے، وہ دور کا مستقبل ممکن ہوتا ہے جس کی یہ تصنیف بات کرتی ہے۔ ہم اس میں «زمین» کو نہیں بچا رہے۔ زمین ہمارے بغیر بھی گزارا کر لیتی۔ ہم خود کو بچا رہے ہیں۔

باب

07



تعلیم اور علم

انتالیس برس کی عمر میں مارا نے پھر سے پڑھنا شروع کیا تھا: مٹی کا علم، کیونکہ مٹی کو سمجھے بغیر دریا کو نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ وہ انتالیس برس کی عمر میں یہ کیوں کر رہی ہے۔ کورس کا کوئی خرچ نہیں تھا، ادارے نے اسے وقت دیا، اور آخر میں اس کے پروفائل میں کوئی نمبر نہیں لکھا تھا بلکہ وہ جو اب وہ کر سکتی تھی۔ اس کی سولہ برس کی بیٹی ایدا اسی سال ایک ایسی جماعت میں بیٹھی تھی جو ابھی ہر اختیار پر سوال اٹھانا سیکھ رہی تھی۔ اس نظام پر بھی جس میں وہ رہتی تھی۔ اس کتاب پر بھی۔

ایک ایسی دنیا کا تصور کیجیے جس میں کسی بچے کو پھر کبھی یہ نہ کہنا پڑے: مجھے پڑھنے کی اجازت نہیں۔ میں بہت غریب ہوں۔ میں بہت کند ذہن ہوں۔ میں بہت بوڑھا ہوں۔ میں بہت مختلف ہوں۔ اس دنیا میں تعلیم نہ کوئی عیش ہے، نہ کاروبار اور نہ طاقت کا آلہ۔ یہ ایک بنیادی انسانی حق ہے، پانی، خوراک اور تحفظ کی طرح ناگزیر۔ یہ وہ دنیا ہے جسے یہ باب بیان کرتا ہے، اور ساتھ ہی وہ جگہ جہاں یہ طے ہوتا ہے کہ کوئی نظام رعایا بناتا ہے یا ایسے انسان جو اسے جانچ سکیں۔

حق اور بنیاد کے طور پر تعلیم

SOLIS میں تعلیم ایک بنیادی حق ہے، اور یہ فیصلہ اس ادراک سے نکلتا ہے کہ تعلیم علم منتقل کرنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ وہ معلومات تک رسائی، غور و فکر کی صلاحیت، نشو و نما کا موقع، اور خود ارادیت، شرکت اور وقار کی کنجی ہے۔ اس کے بغیر انسان محتاج اور کمزور رہتا ہے، غربت نسل در نسل خود کو دہراتی ہے اور عدم مساوات ورثے میں منتقل ہوتی ہے۔ جو تعلیم کو یقینی بناتا ہے، وہ اس کے ساتھ باقی تمام حقوق کو بھی یقینی بناتا ہے۔ جو اس سے انکار کرتا ہے، وہ انسانوں سے ان کی آزادی کی بنیاد چھین لیتا ہے۔

رسائی آزاد اور رکاوٹوں سے پاک ہے۔ ہر انسان کو تعلیم کا حق ہے، اورپیدائش سے، کیونکہ تعلیم اسکول میں جا کر شروع نہیں ہوتی بلکہ خاندان اور برادری میں، اور وہ کسی سند پر ختم نہیں ہوتی بلکہ ساری زندگی ساتھ چلتی ہے۔ ایک ہونے والی ماں کو مشاورت اور تعلیمی مواد تک رسائی ملتی ہے۔ معذوری کے حامل ایک نوجوان کو ایسے تعلیمی نظام ملتے ہیں جو اس کی خوبیوں کو فروغ دیتے اور اس کی رکاوٹوں کی تلافی کرتے ہیں۔ ایک بزرگ انسان کسی خرچ کے بغیر نئی زبانوں، فنون اور موضوعات میں مزید تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔

چونکہ ہر انسان ایک ہی طرح نہیں سیکھتا، اس لیے تعلیمی نظام ڈھل جانے والا ہے۔ وہ سیکھنے کے مختلف راستوں کا خیال رکھتا ہے، ثقافتی تنوع کا احترام کرتا ہے اور معذوریوں کو کمیاں نہیں بلکہ انسانی تجربے کے رنگ سمجھتا ہے۔ ڈیجیٹل پلیٹ فارم، اجتماعی تعلیمی مقامات اور ماہرانہ رہنمائی یقینی بناتے ہیں کہ مواد لچک کے ساتھ تیار کیا جائے اور خاص ضرورتوں کے مطابق ڈھالا جائے۔ مصنوعی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں۔ نہ ایسے اخراجات ہیں جو تعلیم کو امیروں کے لیے مخصوص کر دیں، نہ ایسی داخلہ رکاوٹیں جو مواقع کو پس منظر اور تعلقات کا محتاج بنا دیں، اور نہ ایسا امتیاز جو اقلیتوں کو منظم طور پر باہر کر دے۔ کسی غریب گھرانے کی ایک غیر معمولی ذہین لڑکی کو یونیورسٹی میں پڑھنے کے لیے قرض میں نہیں ڈوبنا پڑتا۔ پچاس برس

کی عمر میں نئی راہ تلاش کرنے والے کسی مزدور کو دفتری کارروائی نہیں روکتی۔ کسی پناہ گزین کو برسوں کے انتظار کے بجائے فوراً زبان اور تعلیم تک رسائی ملتی ہے۔

اسے اجتماعی طور پر چلنے والا ایک تعلیمی ڈھانچا سنبھالتا ہے جو اسکولوں، کتب خانوں، تعلیمی مراکز اور ڈیجیٹل پلیٹ فارموں پر مشتمل ہے، کیونکہ تعلیم ایک مشترکہ فائدہ ہے، جنس نہیں۔ وہ اس بنیادی فراہمی کا حصہ ہے جو ہر ایک کا حق ہے۔ اس کا مواد سائنسی بنیاد رکھتا ہے، اخلاقی طور پر سوچا سمجھا ہے اور متنوع انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ یوں شروع ہی سے ایک حد کھینچ دی جاتی ہے جس کی طرف یہ باب لوٹے گا: نہ نظریاتی ذہن سازی، نہ پروپیگنڈا اور نہ «صحیح» آرا کا حکم نامہ۔

عمر بھر کی تعلیم

آج کے بیشتر معاشروں میں سیکھنے کو زندگی کے ایک مکمل شدہ مرحلے کی طرح منظم کیا جاتا ہے: پہلے اسکول، پھر تربیت، اس کے بعد روزگار کی زندگی، اور یوں انسان کو مکمل سمجھ لیا جاتا ہے۔ تیزی سے بدلتی دنیا میں یہ تصور تباہ کن ہے، کیونکہ رک جانا پیچھے رہ جانا ہے، اور کل کا علم

آنے والے کل کے مسائل حل کرنے کے لیے کافی نہیں۔ SOLIS یہ مان کر چلتا ہے کہ سیکھنا کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اس لیے نہیں کہ انسان کو بلا وقفہ خود کو بہتر بناتے رہنا چاہیے، بلکہ اس لیے کہ سیکھنا انسان ہونے کا حصہ ہے، تجسس، نشو و نما اور تعلق کا ایک اظہار۔

اسی لیے ہر انسان کو عمر بھر سیکھنے کے مواقع کی ایک وسیع رینج تک رسائی حاصل ہے، باضابطہ اداروں تک بھی اور غیر رسمی صورتوں اور خود منتخب راستوں تک بھی۔ چالیس برس کی عمر میں پائیدار فن تعمیر میں مہارت بڑھانا چاہنے والے کسی دست کار کو کھلے کورس اور رہنما ملتے ہیں۔ برسوں بعد پھر سے شروع کرنے والے کسی انسان کو ایسے پروگرام ملتے ہیں جو اسے تازہ ترین سطح تک لے آئیں۔ کسی نایاب دلچسپی والی لڑکی کو کم عمری ہی میں محققین کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یہاں سیکھنا نہ کوئی داغ ہے نہ مرتبے کی علامت، بلکہ زندگی کا ایک فطری حصہ ہے۔ کسی پر اس لیے نہیں ہنسا جاتا کہ وہ بڑھاپے میں بھی سیکھ رہا ہے، اور کسی کو اس لیے خارج نہیں کیا جاتا کہ اس کا سیکھنا غیر رسمی ہے۔

تاکہ یہ ممکن ہو، کام کی دنیا کو سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے، اسے سزا نہیں دینی چاہیے۔ آج کے بہت سے کاموں میں مزید تعلیم ایک نجی بوجھ ہے جس کے لیے نہ وقت ہے نہ وسائل۔ SOLIS میں ادارے مسلسل تعلیم کو ممکن بنانے کے پابند ہیں، کام کے اوقات

اس طرح ترتیب دیے جاتے ہیں کہ سیکھنے کے مراحل کی گنجائش ہو، اور نئے کردار اور راستے ایک بار کی سند سے نہیں بلکہ عمر بھر کی نشو و نما سے پیدا ہوتے ہیں۔ روبوٹکس میں جانا چاہنے والی ایک تجربہ کار نگہداشت کار کی اس میں حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، اسے روکا نہیں جاتا۔ سیکھنے کے مراحل محفوظ ہیں، کیونکہ بنیادی فراہمی روزگار پر منحصر نہیں، اس لیے کسی کو تعلیم کے لیے قرض نہیں لینا پڑتا۔ اس ایک سند کی جگہ، جو عمر بھر کسی انسان کی قسمت کا فیصلہ کرتی ہے، اس کی صلاحیتوں کا ایک بڑھتا ہوا پروفائل آتا ہے۔ منصوبے، تجربات، اجتماعیت کے لیے حصہ داری اور باضابطہ امتحانات یکساں شمار ہوتے ہیں، اور کوئی دروازہ ہمیشہ کے لیے اس وجہ سے بند نہیں ہوتا کہ سترہ برس کی عمر میں کوئی امتحان خراب ہو گیا تھا۔ یوں ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جو ہر عمر میں متجسس رہتا ہے اور مل کر زیادہ دانا اور زیادہ ڈھل جانے والا بنتا ہے۔

علم تک رسائی اور شفافیت

معلومات کے دور میں علم طاقت سے بڑھ کر ہے۔ وہ بقا، ایجاد اور آزادی کی بنیاد ہے۔ پھر بھی آج کے بیشتر نظاموں میں وہ آزاد نہیں،

بلکہ ادائیگی کی دیواروں کے پیچھے چھپا، پیٹنٹوں میں جما ہوا، معلومات کی اجارہ داریوں میں ذخیرہ اور حکومتوں اور کارپوریشنوں کے ہاتھوں استعمال ہوتا ہے۔ SOLIS علم کو مشترکہ وسیلہ سمجھتا ہے، رومانویت کی وجہ سے نہیں بلکہ ضرورت کی وجہ سے، کیونکہ جو معاشرہ علم بانٹتا ہے، وہ زیادہ مضبوط، زیادہ اختراعی اور زیادہ منصف ہوتا ہے۔

اس کے لیے SOLIS کھلے، کثیر لسانی اور رکاوٹوں سے پاک علمی نظام چلاتا ہے جو سائنسی دریافتوں، تکنیکی پیش رفت، تاریخی ماخذوں اور ثقافتی تخلیقات کو قابل رسائی بناتے ہیں، اور ان کے ساتھ مقامی علمی مراکز ہیں تاکہ ڈیجیٹل ڈھانچے کے بغیر لوگ بھی رسائی پا سکیں۔ یوں ایک گاؤں کی برادری اسی طبی علم تک پہنچ سکتی ہے جس تک کوئی تحقیقی تجربہ گاہ، اور ایک نوجوان کو بہترین یونیورسٹیوں کے تدریسی مواد تک رسائی ملتی ہے۔ جو اجتماعی طور پر اٹھایا گیا، وہ اجتماعیت کا ہے۔ عوامی وسائل سے ہونے والی تحقیق کے مطالعے، اعداد و شمار اور طریقے آزادانہ دیکھے جا سکتے ہیں، جو اختراع کی قوت کو کئی گنا کرتا ہے، غیر ضروری دہرے کام سے بچاتا ہے اور اعتماد پیدا کرتا ہے۔

فرد کی ایجاد محفوظ رہتی ہے، مگر عوام کی قیمت پر نہیں۔ جیسا کہ معاشی نظام طے کرتا ہے، موجد کو اعتراف اور اپنی ایجاد کے فائدے سے آمدنی ملتی ہے، جبکہ ایجاد خود ایک مناسب مدت کے بعد سب کے لیے کھلی ہو جاتی ہے۔ طب، ماحولیاتی ٹیکنالوجی اور بنیادی فراہمی جیسے

شعبوں میں عوام کو شروع ہی سے ترجیح حاصل ہے۔ جو ادارہ کوئی دوا کا جزو تیار کرے، اسے اس پر سراہا جاتا ہے، مگر صحت کے بحران میں وہ جزو ان سب کے لیے کھلا ہوتا ہے جنہیں اس کی ضرورت ہو۔ یوں علم جنس نہیں بنتا بلکہ ایک ایسی زندگی بخش قوت رہتا ہے جو سب کے لیے کھلی ہے، اسی شفافیت کی ایک مثال جس کا SOLIS اپنے اداروں سے بھی تقاضا کرتا ہے۔

تخلیقی صلاحیت اور تنقیدی سوچ

آج کے بہت سے تعلیمی نظاموں کا پوشیدہ پیغام یہ ہے کہ جو دیا گیا ہے اسے لے لو اور ٹھیک ٹھیک دہرا دو۔ انعام مطابقت کو ملتا ہے، انحراف کو نہیں۔ ایک ایسی دنیا میں جو مسلسل پیچیدہ تر ہو رہی ہے، یہ کافی نہیں۔ معاشرے کو ایسے انسانوں کی ضرورت ہے جو نئے راستے دیکھیں، پرانے سانچوں پر سوال اٹھائیں اور مسائل کو غیر مانوس زاویوں سے دیکھیں۔ اسی لیے SOLIS تعلیم کو علم کا گودام نہیں بلکہ سوچ اور کھوج کا میدان سمجھتا ہے، جس میں صرف کیا کی بات نہیں بلکہ اتنی ہی کیسے اور کیوں کی بھی۔

اسی لیے بچے بھی صرف حقائق نہیں بلکہ طریقے سیکھتے ہیں: کسی صورت حال کا تجزیہ کرنا، نمونوں اور تضادات کو پہچاننا، درست سوال پوچھنا اور سطحی اور گہری وجوہات میں فرق کرنا۔ کسی تاریخی واقعے کو رٹایا نہیں جاتا بلکہ کھوجا جاتا ہے: وہ کیوں ہوا، کون سے نقطہ ہائے نظر موجود تھے، کیا مختلف ہو سکتا تھا اور آج سے کیا مماثلتیں ہیں۔ تخلیقی صلاحیت کو کوئی آرائشی ضمیمہ نہیں بلکہ فن اور سائنس کی طرح معیشت اور روزمرہ زندگی میں بھی ایک بنیادی صلاحیت سمجھا جاتا ہے: غیر متوقع کو جوڑنے، بے یقینی کو برداشت کرنے اور غلطی سے ڈرے بغیر نئی چیز آزمانے کی صلاحیت۔ جو تعلیمی نظام اس طرح کام کرے، وہ برتن نہیں بھرتا بلکہ آگ روشن کرتا ہے۔ وہ اساتذہ کو چیلنج کرنے کی اجازت دیتا ہے، منصوبوں کو ناکام ہونے اور پھر بھی قیمتی رہنے دیتا ہے، اور علم کی فہرست پر نشان لگانے کو نہیں بلکہ اپنے حل ڈھونڈنے کو ناپتا ہے۔

• خود SOLIS پر سوال اٹھانے کی شعوری بلوغت

یہاں ایک ایسا فیصلہ ہے جو پوری تصنیف کے لیے فیصلہ کن ہے۔ جو تنقیدی سوچ موجودہ نظام کے سامنے آ کر رک جائے، وہ تنقیدی سوچ نہیں بلکہ اس کی ضد ہے۔ اسی لیے SOLIS کی تعلیم واضح طور پر سکھاتی ہے کہ ہر اختیار پر سوال اٹھایا جائے، خود SOLIS پر بھی،

اس کے اداروں اور اس کے عہدے داروں پر بھی۔ وہ انسانوں کو صرف نظام کی اقدار نہیں بلکہ وہ اوزار بھی دیتی ہے جن سے پہچانا جا سکے کہ نظام ان اقدار پر پورا اترتا ہے یا نہیں، اور جن سے، اگر نہ اترے تو، اسے بدلا یا ختم کیا جا سکے۔ اسی میں ہر نظام کے جامد عقیدہ بن جانے کے خلاف، اور عوامی دائرے میں اس ہیرا پھیری کے خلاف جس کا ذکر طاقت کے نظام والا باب کرتا ہے، سب سے مضبوط تحفظ ہے۔ جس آبادی نے ذرائع کو جانچنا، نقطہ ہائے نظر کا موازنہ کرنا اور طاقت سے سوال کرنا سیکھ لیا ہو، اس پر حکمرانی مسلط نہیں کی جا سکتی۔ SOLIS اپنے شہریوں سے اطاعت نہیں بلکہ قوت فیصلہ مانگتا ہے، اور یوں یہ قبول کرتا ہے کہ اسی پر اسے پرکھا جائے اور ضرورت پڑے تو رد کر دیا جائے۔

اخلاقی تعلیم

ایک ایسے دور میں جب ٹیکنالوجی، طاقت اور علم مسلسل بڑے لیور پیدا کر رہے ہیں، اخلاقیات کو ایک ضمنی مضمون سمجھنا کافی نہیں۔ آج ایک اکیلا انسان نظاموں کو مفلوج کر سکتا ہے، جینیاتی کوڈ بدل سکتا ہے یا رسدی زنجیروں اور معلومات کے بہاؤ کے ذریعے لاکھوں

لوگوں کی زندگی پر اثر ڈال سکتا ہے۔ اگر یہ لیور ایسے لوگ چلائیں جو صرف اپنے بارے میں سوچتے ہوں، تو انجام ناانصافی اور تباہی ہوتا ہے۔ اسی لیے SOLIS اخلاقی تعلیم کو کوئی خاص پروگرام نہیں بلکہ وہ بنیاد بناتا ہے جو تمام شعبوں میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

اخلاقی غور و فکر ہر شعبہ علم میں شامل ہے۔ قدرتی علوم میں بات ماحول اور نتائج کی ذمہ داری کی ہے، معیشت میں انصاف اور پائیداری کی، طب میں مریضوں کے حقوق اور منصفانہ رسائی کی، ٹیکنالوجی میں غلط استعمال کے سوال کی۔ ہر مضمون میں ذمہ داری پر غور شامل ہے، اور ہر منصوبہ صرف اپنے فائدے کو نہیں بلکہ اپنے اخلاقی نتائج کو بھی سوچتا ہے۔ جو کلاس میں کوئی ایپ بناتا ہے، وہ ساتھ ہی پوچھتا ہے کہ اس سے کس کا فائدہ ہوگا، کسے خطرہ ہوگا اور اگر اس کا غلط استعمال ہو تو کیا ہوگا۔ یہ تعلیم جلد شروع ہوتی ہے۔ بچے بھی سیکھتے ہیں کہ اپنے عمل کے نتائج سوچیں، دوسروں کی جگہ خود کو رکھیں اور ذمہ داری اٹھائیں، مل کر قواعد بنا کر، تنازعات حل کر کے اور حقیقی مخمصوں پر بات کر کے۔ اور یہ اخلاقی بحث کو معمول بنا دیتی ہے، اسکولوں، ذرائع ابلاغ اور محلوں میں، کیونکہ ایک صحت مند معاشرہ اچھی زندگی، آنے والی نسلوں کے لیے ذمہ داری اور آزادی کی حدوں جیسے سوالات سے نہیں کتراتا بلکہ انہیں اپنی ضرورت سمجھتا ہے۔

تعلیم، ذہنی سدھائی نہیں

یہاں ایک ایسا اعتراض اٹھتا ہے جسے SOLIS سنجیدگی سے لیتا ہے اور ٹالتا نہیں۔ جو معاشرہ اپنے نوجوانوں کو ان اقدار کی طرف ڈھالتا ہے جن پر وہ خود جیتا ہے، وہ ہمیشہ اس خطرے میں رہتا ہے کہ تعلیم ذہنی سدھائی بن جائے، شعوری بلوغت کی طرف تربیت فرماں برداری کی مشق بن جائے۔ SOLIS ٹھیک اسی قدم سے انکار کرتا ہے، کیونکہ وہ وہی آمرانہ چال ہوتی جس کے خلاف پورا نظام لڑتا ہے۔ حد ایک ہی نقطے پر ہے۔ کوئی معاشرہ اپنی نئی نسل کو ان اقدار کی تعلیم دے سکتا ہے جو اسے تھامے ہوئے ہیں، مگر صرف ایسی صورت میں جو ان اقدار کو جانچنے اور رد کرنے کی صلاحیت کو برقرار رکھے۔ اسی لیے SOLIS کی اخلاقی تعلیم کوئی طے شدہ «صحیح» عقائد نہیں بوتی۔ وہ آزادانہ اخلاقی فیصلے کی صلاحیت کو پروان چڑھاتی ہے، خود SOLIS کو اس کے اپنے پیمانوں پر پرکھنے کی صلاحیت۔ جو تربیت انسان کو آزاد چھوڑے، وہ تعلیم ہے۔ جو اسے باندھ دے، وہ نظریاتی ذہن سازی ہے۔ صرف پہلی ہی اس نظام کی بنیادوں سے مطابقت رکھتی ہے۔

عالمی علمی جال

اس صدی کے بڑے سوالات، آب و ہوا، توانائی، صحت، امن، ٹیکنالوجی، کوئی سرحد نہیں جانتے اور عالمی جوابات مانگتے ہیں۔ ایسے جواب تبھی پیدا ہوتے ہیں جب علم ملکوں، ثقافتوں اور شعبوں کے پار آزادانہ جڑے۔ اسی لیے SOLIS میں اسکول، یونیورسٹیاں اور تحقیقی مراکز الگ تھلگ جزیرے نہیں بلکہ ایک عالمی جال کا حصہ ہیں جو اعداد و شمار اور طریقے بانٹتا ہے، مشترکہ منصوبے اٹھاتا ہے اور سرحدوں کے پار سیکھنے اور سکھانے والوں کی برادریاں بناتا ہے۔ ایک براعظم کا کوئی اسکول دوسرے براعظم کے کسی اسکول کے ساتھ شجرکاری کے ایک منصوبے پر کام کرتا ہے، اور مقامی نباتاتی علم، آب و ہوا کے اعداد و شمار اور ٹیکنالوجی کو جوڑ کر ایک ایسا نمونہ بناتا ہے جو دونوں خطوں میں کارگر ہو۔

SOLIS میں «عالمی» کا مطلب «مغربی» نہیں بلکہ متنوع اور ایک دوسرے کو مالا مال کرنے والا ہے۔ جو علم اہمیت رکھتا ہے، وہ صرف بڑی یونیورسٹیوں کا نہیں بلکہ ماحولیاتی نظاموں کے بارے میں مقامی قبائلی برادریوں کا، دیرپا مصنوعات کے بارے میں دست کار ثقافتوں کا اور اظہار و تبدیلی کے بارے میں فنی تحریکوں کا بھی ہے۔

یوں پینے کے صاف پانی کا کوئی منصوبہ اعلیٰ ٹیکنالوجی، روایتی طریقوں اور دانشمندانہ ڈیزائن کو جوڑ کر ایک ایسا حل بنا سکتا ہے جو مقامی طور پر موزوں، ہر جگہ قابل استعمال اور ثقافتی طور پر قابل احترام ہو۔ اس طرح انسان صرف دوسری ثقافتوں کے بارے میں نہیں بلکہ ان کے ساتھ اور ان سے سیکھتے ہیں، اور وہ بین الثقافتی قوت فیصلہ جنم لیتی ہے جو اعتماد پیدا کرتی ہے جہاں دوسرے دیواریں کھڑی کرتے ہیں۔ یوں علم روشنی کے نقطوں کا ایک عالمی جال بن جاتا ہے جو ایک دوسرے کو منور کرتے ہیں۔

باب

08



صحت اور بہبود

جب مارا کے والد کو تشخیص بتائی گئی تو نہ کوئی بل تھا، نہ انتظار کی فہرست، اور نہ یہ سوال کہ کیا یہ اب بھی فائدہ مند ہے۔ ایک ڈاکٹر خاتون تھیں جنہوں نے مشین کی تجویز پڑھی، اسے سمجھایا اور اس سے اختلاف کیا۔ گھر میں ایک کمرہ تھا جسے یوناس نے نگہداشت کی ایک ٹیم کے ساتھ تیار کیا، اور ان گھنٹوں کے لیے حصہ داری کا اندراج تھا جو خاندان نے بستر کے پاس گزارے۔ اور آخر میں ایک بے درد رخصت تھی، گھر میں، کھڑکی کے سامنے دریا کے ساتھ۔

ایک ایسی دنیا کا تصور کیجیے جس میں کوئی بیمار ہونے سے نہیں ڈرتا، کیونکہ وہ جانتا ہے: میری دیکھ بھال ہوگی، مجھے سنجیدگی سے لیا جائے گا، اور میں اکیلا نہیں ہوں۔ اس کے برعکس آج کے بیشتر نظاموں میں صحت ایک خطرہ اور خرچ کا مد ہے، بیمہ کمپنیوں، صنعت اور سیاست کے درمیان ایک کھیل کا میدان۔ جس کے پاس پیسہ ہے، اسے علاج ملتا ہے۔ جس کے پاس کم ہے، اسے راشن بندی اور انتظار کی فہرستیں ملتی ہیں۔ جس کی قسمت خراب ہو، اسے آخر میں کچھ نہیں ملتا۔ SOLIS اس منطق سے ناتا توڑتا ہے۔ صحت منڈی کی جنس نہیں بلکہ ایک حق ہے، ایک ناقابل سودا، غیر تجارتی انسانی حق، اور جیسا کہ معاشی نظام طے کرتا ہے، وہ ان حقوق میں شامل ہے جو ہر ایک کو کسی بدلے کے بغیر حاصل ہیں۔

سب کے لیے صحت کی سہولیات

رسائی سب کے لیے یکساں اور اعلیٰ معیار کی ہے، اور اس سے مراد انسانی اور ہمہ گیر رسائی ہے۔ ہمہ گیر نگہداشت صرف علامات کا علاج نہیں کرتی بلکہ ان کی وجوہات کو سمجھتی ہے۔ وہ صرف جسم کو نہیں بلکہ روح، ذہن اور ماحول کو بھی دیکھتی ہے۔ اسی لیے کمر کے دائمی

درد میں مبتلا ایک مزدور کو صرف درد کی دوا نہیں ملتی بلکہ فزیو تھراپی، کام سے متعلق احتیاطی نگہداشت اور نفسیاتی معاونت تک رسائی ملتی ہے، کیونکہ صحت محض چلتے رہنے سے بڑھ کر ہے۔ اس نگہداشت میں شروع ہی سے بچاؤ، ذہنی صحت اور سماجی معاونت شامل ہیں، کیونکہ صحت صرف جینز اور طرز زندگی پر نہیں بلکہ تحفظ، اجتماعیت اور معنی پر بھی منحصر ہے۔ اسی لیے صحت کا نظام سماجی کام، تعلیم اور محلے کے جالوں کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے۔ زچگی کے بعد افسردگی میں مبتلا ایک جوان ماں کو طبی مدد کے ساتھ والدین، مشاورت اور ساتھ کا ایک جال ملتا ہے، اور اسے ایک پورے انسان کے طور پر دیکھا جاتا ہے، کسی کیس کے طور پر نہیں۔

اس کا خرچ اجتماعی حصے سے اٹھایا جاتا ہے، جو انصاف اور استحکام کو یقینی بناتا ہے۔ بنیادی طبی نگہداشت یکجہتی سے اٹھائی جاتی ہے، شفاف طریقے سے چلائی جاتی ہے، اور اس میں نہ دو درجے کی طب ہے اور نہ کسی بل کی وجہ سے جینے کا خوف۔ ڈاکٹر، نگہداشت کار اور معالج ٹیموں میں کام کرتے ہیں۔ نگہداشت شہر اور دیہات تک یکساں پہنچتی ہے، مقامی مراکز، چلتے پھرتے کلینکوں اور دور سے علاج کے ذریعے، اور جب وسائل، ترجیحات اور نئے طریقوں کا فیصلہ ہوتا ہے تو لوگ اس میں رائے دیتے ہیں۔ جو ادارے اضافی خدمات پیش کرتے ہیں، وہ قائم رہ سکتے ہیں، مگر وہ کبھی بنیادی نظام کو کمزور نہیں

کر سکتے یا مراعات یافتہ متوازی دنیائیں نہیں بنا سکتے، کیونکہ منڈی وہاں ختم ہوتی ہے جہاں زندگی شروع ہوتی ہے۔ یوں صحت ایک مشترکہ نعمت بن جاتی ہے اور اس بات کا اظہار کہ کوئی معاشرہ کس اخلاقی حالت میں ہے۔

مرمت کے بجائے بچاؤ

آج کے بیشتر صحت کے نظاموں میں ایک ہی نمونہ بار بار دہرایا جاتا ہے۔ لوگ غیر صحت مند حالات میں رہتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں، اور تب جا کر نظام ردعمل دیتا ہے، دیر سے، مہنگے طریقے سے اور بعد از وقت۔ یہ ایک ایسے فائر بریگیڈ کی طرح ہے جو تب آتا ہے جب گھر جل رہا ہو، بجائے اس کے کہ وہ یقینی بنائے کہ گھر محفوظ بنائے گئے ہیں۔ SOLIS صحت کو مرمت کی ورکشاپ نہیں بلکہ ایک فعال، دور اندیش عمل سمجھتا ہے جو وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں بیماری جنم لیتی ہے۔ یہاں بچاؤ کا مطلب صحت مند طرز عمل کی اپیل سے زیادہ ہے۔ اس کا مطلب پورے ماحول کو اس طرح بنانا ہے کہ صحت معمول بن جائے، اور مسائل کو جلد پہچاننا، اس سے پہلے کہ چھوٹے بڑے بن جائیں۔ خود کو الگ تھلگ کرنے لگنے والا ایک نوجوان افسردگی

کے سانچوں کے پختہ ہونے سے پہلے ہی پھر سے جڑ جاتا ہے۔ شدید دباؤ میں کام کرنے والی ایک کارکن کو تھک کر چور ہونے سے پہلے بروقت کام کے دوسرے انداز ملتے ہیں۔

یوں صحت ایک ایسا کام ہے جو تمام شعبوں سے گزرتا ہے، جسے فرد پر نہیں ڈالا جاتا بلکہ معاشرہ اٹھاتا ہے۔ شہری منصوبہ بندی سبزہ زار، صاف ہوا اور محفوظ راستے بناتی ہے۔ کام کی دنیا صحت مند اوقات اور فیصلوں میں شرکت کو یقینی بناتی ہے۔ خوراک کے نظام صحت مند انتخاب کو سستا معمول بناتے ہیں، تعلیم بچپن سے سکھاتی ہے کہ جسم اور ذہن کو کیا مضبوط کرتا ہے، اور تفریح کے مواقع آسانی سے دستیاب اور سب کے لیے کھلے ہیں۔ یوں بچاؤ روزمرہ زندگی کا فطری حصہ بن جاتا ہے، سادہ معائنوں اور آسانی سے ملنے والی مشاورت سے لے کر حرکت اور غذا کے ایسے مواقع تک جو لوگوں سے میل کھائیں، ان پر حکم چلانے کے بجائے۔ ایسا شہر حرکت کو خوشی کے طور پر پیش کرتا ہے، دباؤ کے طور پر نہیں، اسکولوں اور اداروں میں صحت مند کھانا اور آرام کا وقت دیتا ہے، اور اداروں کو تھکے ہارے کارکنوں کے بجائے صحت مند، پرجوش لوگ ملتے ہیں۔ بچاؤ صرف وسائل نہیں بچاتا، تکلیف بھی بچاتا ہے، اور ایک نظام کو زیادہ لچک دار اور دیرپا بناتا ہے، کیونکہ وہ آفات کے پیچھے بھاگنے کے بجائے رجحانات کو جلد پہچان لیتا ہے۔

ذہنی صحت

بہت سے معاشروں میں ذہنی صحت کو ایک نجی معاملہ سمجھا جاتا ہے، ایک ایسا داغ جس پر خاموش رہنا بہتر ہے، جس کا نتیجہ بدنامی، شرمندگی، تنہائی اور بھری ہوئی انتظار کی فہرستیں ہیں۔ SOLIS اس تصویر کو الٹ دیتا ہے۔ ذہنی صحت اتنی ہی مرکزی ہے جتنی جسمانی، یہ صرف فرد کا نہیں بلکہ معاشرے کا موضوع ہے، اور اس پر توجہ تب نہیں دی جاتی جب کوئی ٹوٹ جائے بلکہ شروع ہی سے اسے ذہن میں رکھا اور سنبھالا جاتا ہے۔

ہر انسان کو نفسیاتی معاونت کا حق حاصل ہے، دفتری رکاوٹوں کے بغیر، تباہ کن اخراجات کے بغیر، مہینوں کے انتظار کے بغیر اور بدنامی کے خوف کے بغیر۔ اس میں ہر جگہ پھیلی ہوئی مشاورت اور نگہداشت کی سہولیات، ہمیشہ دستیاب بحرانی مدد اور درجہ بہ درجہ مدد کے ایسے نظام شامل ہیں جو احتیاطی مشاورت سے لے کر گہرے علاج تک پھیلے ہیں۔ بے چینی کی ابتدائی علامات والی ایک جوان خاتون کو فوراً رسائی ملتی ہے، مہینوں بعد نہیں۔ مزید یہ کہ ذہنی صحت صرف اسپتالوں کا موضوع نہیں بلکہ ایک ایسا پہلو ہے جو ہر جگہ ذہن میں رکھا جاتا ہے۔ اسکولوں میں یہ مضبوطی، حاضر دماغی اور کھلے

مکالمے کی فضا کے پروگراموں اور قابل اعتماد افراد کے ذریعے ہوتا ہے۔ کام کی دنیا میں یہ حد سے زیادہ بوجھ کے خلاف لازمی بچاؤ، لچک دار اوقات اور ایسے رہنماؤں کے ذریعے ہوتا ہے جو اپنے لوگوں کی ذہنی حالت کی ذمہ داری کے لیے تربیت یافتہ ہوں۔ برادریوں میں یہ محلے کے مراکز اور آسانی سے پہنچنے والی جگہوں کے ذریعے ہوتا ہے۔

اس کے لیے کھلے پن کی ایک سماجی فضا درکار ہے، جس میں کوئی کہہ سکے کہ وہ ٹھیک نہیں ہے، اور اسے حوصلہ رکھنے کا کہہ کر لوٹایا نہ جائے بلکہ اس کی بات سنی جائے۔ کیونکہ آج کے بہت سے بوجھ، تھکن، افسردگی، تنہائی، بے چینی، انفرادی کمزوریاں نہیں بلکہ نظام کے نتائج ہیں: حد سے زیادہ مطالبات، تنہائی اور معنی کے کھو جانے کے۔ جو نظام اسے تسلیم کرے اور بچاؤ اور علاج کے ڈھانچے بنائے، وہ انسانوں کو انسان ہونے کی اجازت دیتا ہے، اور ساتھ ہی دبائی ہوئی تکلیف کے بھاری بعد کے اخراجات سے خود کو بچا لیتا ہے۔

سماجی صحت اور اجتماعیت

جب صحت کی بات ہوتی ہے تو جسم کا خیال آتا ہے اور شاید روح کا بھی۔ مگر ایک تیسرا، اکثر نظر نہ آنے والا پہلو بھی ہے: سماجی صحت،

یعنی یہ سوال کہ کوئی انسان دوسروں سے کتنا جڑا ہوا ہے۔ تحقیق یہاں واضح ہے۔ تنہائی صحت کو اس حد تک نقصان پہنچاتی ہے جو تمباکو نوشی کے برابر ہے، اور جو لوگ سماجی طور پر جڑے ہوتے ہیں، وہ زیادہ لمبی اور صحت مند زندگی جیتے ہیں۔ اجتماعیت کوئی خوشگوار اضافہ نہیں بلکہ ایک حیاتیاتی، ذہنی اور ثقافتی بنیادی ضرورت ہے، اور SOLIS اسے نظام کی ذمہ داری بنا دیتا ہے۔

SOLIS میں اجتماعیت اتفاق سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ شعوری طور پر تشکیل دی اور محفوظ کی جاتی ہے۔ فن تعمیر، شہری منصوبہ بندی اور عوامی مقامات اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ ملنا جلنا اور باہمی مدد آسان ہو۔ انجمنوں، جالوں اور تبادلے کے آسان مواقع کو جگہ اور معاونت ملتی ہے، اور پارک، کتب خانے اور برادری کے مراکز جیسی جگہیں کھلی رہتی ہیں اور تجارت کے سانچے میں نہیں ڈھالی جاتیں۔ تنہائی کو یہاں ذاتی بدقسمتی نہیں بلکہ ایک سماجی مسئلہ سمجھا جاتا ہے جس کا ہدف بنا کر مقابلہ کیا جاتا ہے: اس پر نظر رکھ کر کہ تنہائی کہاں پیدا ہوتی ہے، مثلاً بزرگوں، اکیلے بچے پالنے والوں یا نئے آنے والوں میں، اور ایسے پروگراموں کے ذریعے جو رشتے جوڑیں۔ یوں ایک بزرگ خاتون، جس کے بچے دور رہتے ہیں، نسلوں پر پھیلے ایک جال کا حصہ رہتی ہے، جس میں وہ اپنا تجربہ دیتی ہے اور ساتھ ہی مدد پاتی ہے۔

اس سے طاقت کی ایک مختلف سمجھ جڑی ہوئی ہے۔ جہاں آج کے بہت سے معاشرے سکھاتے ہیں کہ ہر کوئی صرف اپنی فکر کرے اور کوئی کمزوری نہ دکھائے، وہاں SOLIS یہ مانتا ہے کہ حقیقی طاقت تعلق، ہمدردی اور تعاون سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے بچے صرف علم نہیں بلکہ جذبات سے نمٹنا، ٹیم میں کام کرنا اور ذمہ داری اٹھانا بھی سیکھتے ہیں۔ نگہداشت کو کم تر کام کہہ کر حقیر نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کی بڑی قدر کی جاتی ہے اور اسے حصہ داری کے طور پر معاوضہ دیا جاتا ہے۔ جو معاشرہ اجتماعیت کو فروغ دیتا ہے، وہ زیادہ مستحکم، زیادہ پرامن اور زیادہ تخلیقی ہوتا ہے، کیونکہ لوگ ایک دوسرے کو سنبھال لیتے ہیں۔ اور ہر اچھے نظام کی طرح وہ خود کو اس سے ناپتا ہے کہ وہ سب سے کمزوروں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے، اس سے نہیں کہ سب سے طاقتور کتنے چمکتے ہیں۔

ڈیجیٹل صحت کے نظام

طب کے ڈیجیٹل ہونے سے بیک وقت امید اور خوف جڑے ہیں: بہتر تشخیص اور آسان رسائی کی امید، معلومات کے غلط استعمال اور سرد خودکاری کا خوف۔ SOLIS یہاں ایک واضح راستے پر چلتا ہے

جو پورے نظام کے اصولوں کی پیروی کرتا ہے۔ ٹیکنالوجی انسان کی خدمت میں ایک آلہ ہے، اس پر حاکم نہیں۔ وہ انسانوں کی صلاحیت کو بڑھاتی ہے، مگر کبھی اس کی جگہ نہیں لیتی جو صرف انسان ہی کر سکتے ہیں: ہمدردی، موجودگی اور رشتہ۔

ہر انسان کے پاس ایک ڈیجیٹل صحت ریکارڈ ہے جو تمام اہم معلومات کو یکجا کرتا ہے، محفوظ طریقے سے خفیہ اور غیر مرکزی طور پر محفوظ ہے، اور صرف اس کی رضامندی سے قابل رسائی بنایا جاتا ہے۔ ہنگامی حالت میں امدادی عملے کو متعلقہ معلومات تک محدود رسائی ملتی ہے، پورے پروفائل کو کھنگالے بغیر۔ یوں، جیسا کہ نظام عمومی طور پر تقاضا کرتا ہے، معلومات پر اختیار خود انسان کے پاس ہے، کسی نجی منافع خور کے پاس نہیں۔ مصنوعی ذہانت کئی سطحوں پر نظام کی مدد کرتی ہے، معائنوں کے نتائج کے تجزیے ہیں، نایاب بیماریوں کی جلد تشخیص میں اور ذاتی سفارشات میں، مگر وہ کبھی فیصلہ کن اتھارٹی نہیں۔ وہی قواعد لاگو ہوتے ہیں جو ٹیکنالوجی والا باب ہر مصنوعی ذہانت کے لیے طے کرتا ہے۔ انسانی نگرانی لازمی ہے، فیصلوں کو اندھا دھند خودکار نہیں بنایا جاتا، اور مریضوں کو حق ہے کہ وہ کسی سفارش کو سمجھیں، اس پر سوال اٹھائیں اور اسے رد کریں۔ ایک ڈاکٹر خاتون تجویز کو جانچتی ہیں، اس پر بات کرتی ہیں اور متبادل سمجھاتی ہیں، بجائے اس کے کہ آنکھیں بند کر کے اس پر چلیں۔ دور

سے علاج، چلتی پھرتی خدمات اور پہننے والے آلات فاصلے مٹا دیتے ہیں، یوں دور دراز علاقوں کے لوگوں کو بھی جدید نگہداشت تک رسائی ملتی ہے اور کسی دائمی مریض کو ایک جڑے ہوئے آلے کے ذریعے بروقت مدد مل جاتی ہے۔ مگر ان سب میں ایک حد ہے۔ ٹیکنالوجی سمجھا سکتی ہے، نگرانی کر سکتی ہے اور بہتر بنا سکتی ہے، مگر وہ ہاتھ نہیں تھام سکتی، تسلی نہیں دے سکتی اور یہ نہیں سمجھ سکتی کہ انسان ہونا کیا ہے۔ ڈیجیٹل نظام وقت، رسائی اور درستی پیدا کرتے ہیں، مگر شفا اور نگہداشت کا دل انسانی رشتہ ہی رہتا ہے۔

عالمی صحت کے جال

آج کی دنیا میں ایک تضاد ہے: بیماریاں کوئی سرحد نہیں جانتیں، مگر صحت کے نظام خوب جانتے ہیں۔ جب کوئی وائرس پھوٹ پڑے، کوئی ماحولیاتی زہر پھیل جائے یا کوئی حیاتیاتی تکنیکی خطرہ منڈلائے، تو قومیں اکثر دروازے بند کر کے، الزام تراشی سے اور قومی فائدے کی منطق سے ردعمل دیتی ہیں، اور اس کی قیمت وقت، جانوں اور اعتماد کی صورت میں ادا ہوتی ہے۔ SOLIS یہ مانتا ہے کہ صحت ہمیشہ عالمی ہے، کیونکہ جو کہیں ہوتا ہے، وہ سب کو متاثر کرتا ہے، اور وہ

ایسے ڈھانچے بناتا ہے جو قوموں اور منافع کے محرکات سے بالاتر ہو کر کام کریں۔

اس میں بین الاقوامی طور پر جڑے ہوئے پیشگی انتباہی نظام شامل ہیں جو طبی، ماحولیاتی اور تکنیکی اشاروں کو جلد پکڑتے اور کھلے طور پر بانٹتے ہیں، جن کی بنیاد مقامی تجربہ گاہوں اور سینسروں پر، ہمیشہ انسانی جانچ کے ساتھ ہونے والے تجزیوں پر، اور تیزی اور ہم آہنگی سے کام کرنے والی بحرانی ٹیموں پر ہے۔ اگر کسی دور دراز علاقے میں کوئی نئی قسم کا بخار سامنے آئے تو اسے نہ چھپایا جاتا ہے نہ انتظار کیا جاتا ہے۔ تجزیے، مدد اور اقدام کا ایک ہم آہنگ عمل حرکت میں آتا ہے۔ طب کی بڑی کامیابیاں یہاں کوئی جغرافیائی سیاسی کھلونا نہیں۔ تحقیق کے نتائج چھپانے کے بجائے بانٹے جاتے ہیں، دوائیں اور ویکسینیں منڈی کی طاقت کے بجائے ضرورت کے مطابق تقسیم کی جاتی ہیں، اور موجدوں کا اعتراف کبھی انصاف کی قیمت پر نہیں ہوتا۔ اسی لیے کسی خطرناک وائرس کی ویکسین کو ہدف بنا کر وہاں بھی دستیاب کیا جاتا ہے جہاں اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہو۔

یہ کہ خوشحال خطے غریب خطوں میں مضبوط صحت کے نظاموں کی تعمیر میں مدد کریں، اس نظام میں خیرات نہیں بلکہ ایک عقلی ضرورت ہے۔ جو وائرس کہیں بے قابو ہو کر تباہی مچائے، وہ ہر جگہ پھیلتا ہے، اور ایک کمزور نظام صرف مقامی لوگوں کو نہیں بلکہ پوری انسانیت

کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ اسی لیے بنیادی ڈھانچے، تربیت اور غیر مرکزی پیداوار میں سرمایہ کاری سب کی نگہداشت کے تحفظ کے لیے ہے۔ یوں ہر انسان کو صحت مند رہنے کا بہتر موقع ملتا ہے، چاہے وہ کہیں بھی پیدا ہوا ہو، اور ریاستوں کا مقابلہ ایک مشترکہ منصوبہ بن جاتا ہے: ایک مشترکہ تقدیر کی برادری جو اپنا علم اور اپنے وسائل بانٹتی ہے، کیونکہ یہی فطری بات ہے۔

بڑھاپا اور رخصت

جو نظام انسان کو سنجیدگی سے لیتا ہے، وہ اس کی زندگی کے پورے سفر میں اس کے ساتھ چلتا ہے، اس کے اختتام تک۔ SOLIS میں بڑھاپا کنارے لگا دیے جانے کا وقت نہیں بلکہ ایک مکمل مرحلہ ہے۔ بزرگ اجتماعیت کا حصہ رہتے ہیں، ان کے تجربے کی ضرورت ہوتی ہے، مجلسوں میں، اسکولوں میں، نوجوانوں کے رہنماؤں کے طور پر، اور ان کی نگہداشت ایک قابل احترام ذمہ داری ہے جسے معاشرہ مل کر اٹھاتا ہے، کوئی بوجھ نہیں جسے چھپایا جائے۔ جہاں کوئی انسان نگہداشت کا محتاج ہو، اسے یہ اپنا وقار کھوئے بغیر ملتی ہے، اور جو یہ فراہم کرے، اسے اس کے بدلے اعتراف اور حصہ داری ملتی ہے۔

اور چونکہ زندگی کا حصہ اس کا اختتام بھی ہے، اس لیے SOLIS موت کو ایک انسانی دائرہ دیتا ہے۔ کسی کو اکیلے، قابل گریز درد میں یا بے وقاری سے نہیں مرنا چاہیے۔ زندگی کے آخر میں ساتھ، تکلیف میں کمی اور مرنے والے کی مرضی کا احترام ایک ایسے صحت کے نظام کا حصہ ہیں جو انسان کو صرف زندہ نہیں رکھتا بلکہ اسے وقار کے ساتھ رخصت ہونے دیتا ہے۔

باب

09



ثقافت اور معنی

روشنیوں کے تہوار کی شام شہر نے اپنی سڑکوں کی روشنی مدھم کر دی، اور مارا اپنے بیٹے لیوی کے ساتھ پل پر کھڑی ستارے گن رہی تھی۔ دوپہر کو ایک تھیٹر گروپ نے بازار میں علاقے کی مجلس کا کھیل پیش کیا تھا، جس میں ایک باورچن تھی جو ہر بات پوچھتی تھی، اور ایک آبی انجینئر جو بہت لمبا بولتی تھی۔ مارا ہنستے ہنستے رو پڑی تھی۔ بعد میں وہ خاموشی کے گھر گئی، جیسے وہ اپنے والد کی ہر برسی پر جاتی تھی، اور ایک گھنٹے تک کسی چیز کے بغیر بیٹھی رہی۔

ایک ایسی دنیا میں جو مسلسل تیز تر اور زیادہ تکنیکی ہوتی جا رہی ہے، ایک ایسی چیز کے کھو جانے کا خطرہ ہے جو انسان کو گہرائی سے بناتی ہے: ثقافت۔ وہ محض تفریح یا آرائش نہیں۔ وہ کسی معاشرے کی یادداشت اور اندرونی قطب نما ہے، وہ جو انسانوں کو سہارا دیتی ہے، انہیں بتاتی ہے کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں، اور جو ماضی، حال اور مستقبل کے درمیان پل بناتی ہے۔ اور وہ وہ جگہ ہے جہاں کوئی معاشرہ وہ سوال پوچھتا ہے جس کا جواب نہ کوئی معیشت دے سکتی ہے نہ کوئی ٹیکنالوجی: یہ سب کس لیے ہے۔ اسی لیے SOLIS ثقافت اور معنی کو ایک بنیادی پہلو کے طور پر تسلیم کرتا ہے، ضمنی بات کے طور پر نہیں۔

زندہ ورثے کے طور پر ثقافت

ہر ثقافتی ورثہ قیمتی سمجھا جاتا ہے، بڑا ہو یا چھوٹا، عالمی ہو یا مقامی۔ نہ اہم اور غیر اہم ثقافتیں ہیں اور نہ بڑی اور چھوٹی داستانیں۔ ایک قبائلی کہانی کا وزن ایک کلاسیکی تصنیف کے برابر ہے، اور ایک علاقائی بولی کا وزن ایک عالمی زبان کے برابر۔ ثقافتیں بدل سکتی ہیں، بڑھ سکتی ہیں اور گھل مل سکتی ہیں، اور ساتھ ہی اس کی حفاظت کر سکتی

ہیں جو ان کے لیے مقدس ہے۔ کوئی برادری خود طے کر سکتی ہے کہ اپنی کون سی روایات بانٹے اور کون سی محفوظ رکھے، بجائے اس کے کہ انہیں باہر والوں کے قبضے میں دے دے۔

تاکہ ثقافت منڈی یا اتفاق کے حوالے نہ رہ جائے، اس کے تحفظ، دستاویز بندی اور آبیاری کے پروگرام ہیں: ایسے ذخیرہ خانے جو زبانوں، کہانیوں اور تخلیقات کو محفوظ کرتے ہیں، ثقافت تخلیق کرنے اور آگے بڑھانے والوں کے لیے معاونت، اور ایسی جگہیں جہاں ثقافتی علم زندہ رہتا ہے۔ ایک ایسا پروگرام جو نوجوانوں اور بزرگوں کو اکٹھا کرتا ہے تاکہ بزرگ اپنی کہانیاں، گیت اور ترکیبیں بانٹ سکیں، ثقافت کو ماضی پرستی کے طور پر نہیں بلکہ زندہ میل جول کے طور پر محفوظ رکھتا ہے۔ کیونکہ انسانوں کو سمت پانے کے لیے جڑوں کی ضرورت ہے، اور معاشروں کو یکجہتی پیدا کرنے اور جڑ سے اکھڑنے کا مقابلہ کرنے کے لیے ثقافت کی۔ تنوع یہاں کوئی مسئلہ نہیں بلکہ دولت ہے۔

فن، موسیقی اور ادب

آج کے بہت سے معاشروں میں فن ایک عیش کی چیز، منڈی کی جنس یا وقار کا منصوبہ بن گیا ہے۔ مگر وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے: روح کی زبان، وہ آلہ جس سے کوئی معاشرہ خود کو دیکھتا ہے، اور نئے خیالات اور احساسات کی تجربہ گاہ۔ وہ فرد اور اجتماعیت کے درمیان، حقیقت اور خواب کے درمیان رابطہ ہے۔ اسی لیے SOLIS فن، موسیقی اور ادب کو ایک بنیادی ستون بناتا ہے۔

فنی تخلیق کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، اسے صرف برداشت نہیں کیا جاتا۔ فنڈز ہر شعبے کے فنکاروں کا خرچ اٹھاتے ہیں، منڈی کی قدر اور عام ذوق سے قطع نظر، اور خاص طور پر تجرباتی اور تنقیدی کام کو بھی جگہ ملتی ہے۔ سماجی عدم مساوات پر ڈراما تیار کرنے والے ایک تھیٹر گروپ کی مدد کی جاتی ہے کیونکہ وہ سماجی طور پر اہم ہے، اس لیے نہیں کہ وہ بکتا ہے۔ یہاں فن تماشائیوں کا کھیل نہیں۔ بچوں اور بڑوں کو حوصلہ دیا جاتا ہے کہ خود تخلیق کریں، تصویر بنائیں، موسیقی بجائیں، لکھیں، اداکاری کریں، کارکردگی کے دباؤ اور اشرافیائی رکاوٹوں کے بغیر، اور بزرگ اپنی کہانیاں لاتے ہیں جن سے نوجوان سیکھتے ہیں۔

فن کو اس کی منڈی کی قدر سے نہیں بلکہ اس کی اظہار کی قوت، اس کے خلوص اور اس کی سماجی تحریک سے پرکھا جاتا ہے۔ گلی کا فن، ڈیجیٹل فن اور روایتی صورتیں یکساں سنجیدگی سے لی جاتی ہیں، اور جو سماجی یا ماحولیاتی سوالات اٹھائے، اسے خاص معاونت ملتی ہے۔ اسی لیے گرافٹی میں اپنا اظہار ڈھونڈنے والے کسی نوجوان کو صرف شکایت نہیں ملتی بلکہ دیواریں، ورکشاپیں اور رہنمائی ملتی ہے تاکہ وہ اپنی قوت سے کچھ بنا سکے۔ کیونکہ فن فرد کو آواز دیتا ہے اور معاشرے کے لیے ایک مدافعتی نظام کی طرح کام کرتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ کہاں کچھ بیمار ہے، جو سطح کے نیچے ہے اسے نمایاں کرتا ہے، اور جہاں الفاظ ختم ہو جائیں وہاں پل بناتا ہے۔

روحانیت اور فلسفہ

بہت سے جدید معاشروں میں معنی کی تلاش کو ایک نجی معاملہ، مذہب کو عوامی دائرے سے باہر کی چیز، اور فلسفے کو چند ماہرین کا کام سمجھا جاتا ہے۔ مگر انسان کو خوراک، رہائش اور ٹیکنالوجی سے بڑھ کر کچھ چاہیے۔ اسے معنی، گہرائی اور کل سے ایک تعلق چاہیے، اور اسے بڑے سوالات پوچھنے کے لیے جگہیں چاہییں: وہ کون ہے، زندگی کا

مطلب کیا ہے اور ہم ایک دوسرے کے کیا مقروض ہیں۔ SOLIS اس پہلو کو بنیادی تسلیم کرتا ہے اور اسے سماجی نظام کا حصہ بناتا ہے۔ روحانیت کی ہر صورت کا احترام کیا جاتا ہے جب تک وہ دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے۔ مذہب، بے اعتقادی اور معنی کی تلاش کی ہر صورت برابر کی حیثیت سے ساتھ ساتھ ہیں۔ کسی کو کچھ ماننے پر مجبور نہیں کیا جاتا، اور کوئی دوسروں پر اپنا عقیدہ مسلط نہیں کر سکتا۔ ایک مذہبی خاتون اپنی عبادات اتنی ہی آزادی سے ادا کر سکتی ہے جتنی آزادی سے کوئی راہب مراقبہ کرتا ہے یا کوئی مفکر فلسفیانہ گفتگو میں دلیل دیتا ہے، اور اس آزادی کا تحفظ صرف وہاں ختم ہوتا ہے جہاں امتیاز یا جبر شروع ہو۔ اس کے لیے خاموشی اور غور و فکر کی عوامی جگہیں ہیں جو سب کے لیے کھلی ہیں: ایک خاموشی کا گھر، جہاں لوگ دعا، مراقبے، سوچ بچار یا تنہائی کے لیے جاتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی روایت کے پیرو ہوں۔ اور ایسے مشترکہ تہوار اور یادگاری دن ہیں جو کسی مذہب سے بندھے نہیں اور انسانیت کا جشن مناتے ہیں۔

آخر میں فلسفہ کوئی اشرافیائی منصوبہ نہیں بلکہ سب کے لیے ایک آلہ ہے۔ بچے جلد اچھی زندگی، انصاف اور خوشی کے بارے میں سوچنا سیکھتے ہیں۔ بالغوں کو مشترکہ سوال کی جگہیں ملتی ہیں، جن میں بات ایک درست جواب کی نہیں بلکہ خود سوچنے کی ہوتی ہے: ایسی شامیں جب ہر طبقے کے لوگ محبت، موت، ذمہ داری، جرأت اور

ناکامی پر بات کرتے ہیں۔ جو معاشرہ ایسے سوالات کی اجازت دیتا ہے، وہ زیادہ مضبوط اور زیادہ ہمدرد ہوتا ہے، کیونکہ وہ وجود کی بے یقینی کا سامنا دل بہلاوے سے نہیں بلکہ گہرائی سے کرتا ہے۔ یہ براہ راست اس شعوری بلوغت سے جڑا ہے جس کی بنیاد تعلیم والا باب رکھتا ہے۔ معنی کو حکم سے نافذ نہیں کیا جا سکتا، صرف پایا جا سکتا ہے، اور جو نظام اسے سنجیدگی سے لے، وہ سوچ کو ہانکنے کے بجائے سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔

رسومات اور اجتماعی تجربات

جدید دنیا میں بہت کچھ محض کارآمد بن گیا ہے، کام، صرف، یہاں تک کہ فرصت بھی، اور اکثر مشترکہ تجربے کی جگہ کی کمی ہوتی ہے، ان لمحوں کی جو روزمرہ کے دھارے سے باہر نکلتے ہیں۔ SOLIS اس میں ایک بنیادی انسانی ضرورت دیکھتا ہے۔ رسومات محض لوک روایت یا مذہبی رسم نہیں۔ وہ پل ہیں: انسانوں اور نسلوں کے درمیان، انسان اور فطرت کے درمیان، فرد اور اجتماعیت کے درمیان۔

SOLIS میں رسومات مقرر نہیں کی جاتیں بلکہ انہیں پروان چڑھنے دیا جاتا ہے۔ وہ انسانوں کی ضرورتوں اور تجربات سے جنم لیتی ہیں

اور بدل سکتی ہیں اور نئے سرے سے ایجاد ہو سکتی ہیں۔ روایتی صورتوں کے لیے بھی جگہ ہے اور نئی صورتوں کے لیے بھی، مثلاً ماحولیاتی یا فنی۔ ایک شہر اپنے شہریوں کے ساتھ مل کر ایک ایسا تہوار بناتا ہے جس میں فن، موسیقی، فطرت اور اجتماعیت یکجا ہوں، باہر والوں کے لیے کشش کے طور پر نہیں بلکہ زندہ شناخت کے اظہار کے طور پر۔ روشنیوں کے ایک تہوار پر پورے پورے شہر اپنی روشنی مدھم کر دیتے ہیں، اور لوگ مل کر ستاروں کے نیچے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسی رسومات مذہبی یا ثقافتی ہو سکتی ہیں، سماجی یا ماحولیاتی، اور وہ ٹھہراؤ، تعلق اور معنی کے لمحے پیدا کرتی ہیں۔

ایک ایسی دنیا میں جو اکثر بے چین اور بکھری ہوئی ہے، یہی وہ لمحے ہیں جو یاد دلاتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے ہیں اور کسی بڑی چیز میں شریک ہیں۔ وہ محض پروگرام نہیں بلکہ جیا ہوا معنی ہیں، اور وہ اجتماعیت کو مضبوط کرتی ہیں کیونکہ دکھاتی ہیں کہ وہ اپنے اجزا کے مجموعے سے بڑھ کر ہے۔ تاکہ یہ کامیاب ہو، برادریوں کو اپنی رسومات کی آبیاری اور ترقی کے وسائل ملتے ہیں، اور شرکت سب کے لیے کھلی رہتی ہے، اصل، عقیدے یا مرتبے سے قطع نظر۔

معنی کی تخلیق اور انفرادی تکمیل

بہت سے جدید معاشروں میں کام کو پیسہ کمانے کا ذریعہ، کامیابی کو کیریئر اور ملکیت، اور رشتوں کو نجی معاملہ سمجھا جاتا ہے۔ اس میں ایک فیصلہ کن سوال بے جواب رہ جاتا ہے: ہم جو کرتے ہیں وہ کیوں کرتے ہیں، اور کیا چیز ہمیں واقعی مکمل کرتی ہے۔ SOLIS اس سوال کو مرکز میں رکھتا ہے، کیونکہ ایک اچھا معاشرہ صرف موثر اور خوشحال نہیں ہوتا۔ وہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں انسان معنی پا سکیں، مقرر کردہ نہیں اور یکساں نہیں، بلکہ ذاتی اور زندہ۔ SOLIS میں یہ فطری ہے کہ لوگ خود سے پوچھ سکیں کہ ان کے لیے کیا معنی خیز ہے، وہ کہاں کام کرنا چاہتے ہیں اور خود کو کھوئے بغیر کیسے کسی بڑی چیز کا حصہ بن سکتے ہیں۔ بچوں کو متجسس ہونے اور خود کو آزمانے کا حوصلہ دیا جاتا ہے۔ نوجوانوں کو اپنی لگن دریافت کرنے میں ساتھ دیا جاتا ہے، صرف آمدنی کے لحاظ سے نہیں بلکہ جذبے اور حصہ داری کے لحاظ سے۔ بالغوں کو حق ہے کہ جب ان کا راستہ موزوں نہ رہے تو نئی سمت اختیار کریں، اس لیے سماجی کام کی آرزو رکھنے والی ایک انجینئر خاتون مرتبہ کھونے کے خوف کے بغیر نئی تربیت حاصل کر سکتی ہے۔ زندگی کو کارآمد اور فالتو حصوں میں نہیں بانٹا جاتا۔ کام کو صرف چلنا ہی نہیں چاہیے بلکہ

بامعنی بھی ہونا چاہیے، اور بچوں کے ساتھ رضاکارانہ خدمت جیسی حصہ داری کی قدر کی جاتی ہے اور اسے حصہ داری کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے، چاہے وہ کوئی چیز تیار نہ کرے۔

اس کے لیے ایسے مواقع ہیں جو انسانوں کو اپنے معنی کا راستہ ڈھونڈنے میں مدد دیتے ہیں: مشاورت، رہنمائی اور غور و فکر کی جگہیں، ایسی برادریاں جو تبدیلی کے دور میں سہارا دیں، اور ایسی تعلیم جو صرف فنی علم ہی نہیں بلکہ شخصیت کی نشو و نما کو بھی شامل کرے۔ یہ کسی نرم خواہش سے بڑھ کر ہے۔ معنی سے خالی انسان اندر سے کھوکھلا اور اجنبی ہو جاتا ہے، اور اجنبی بن چکے انسانوں سے بھرا معاشرہ بیمار ہے، چاہے اس کا ظاہر کتنا ہی چمکتا ہو۔ ہر انسان کو ایک ایسی زندگی کا حق ہے جو قابل قدر ہو: صرف زندہ رہنے کا نہیں بلکہ جینے کا۔

زندگی کی خوشی اور مزاح

جو نظام انسان ہونے کو سنجیدگی سے لیتا ہے، اسے ہنسی کو بھی سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ ہنسی شفا دیتی ہے۔ وہ جامد سانچوں کو توڑتی ہے، دلوں کو کھولتی ہے اور اجتماعیت پیدا کرتی ہے، اور جو معاشرہ خود

پر ہنس سکے، اسے اس جنون کے خلاف ٹیکا لگ چکا ہے جو ہر بڑے خیال کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ اسی لیے SOLIS مزاح اور زندگی کی خوشی کو ایک وسیلہ تسلیم کرتا ہے، دل بہلاوا نہیں۔ تہوار، کھیل، موسیقی، کھیل کود اور آرام اصل زندگی سے وقفے نہیں بلکہ اس کا حصہ ہیں، اور سکون کوئی عیش نہیں بلکہ صحت کی ایک بنیاد ہے۔ اس نظام کی رسومات طنز اور خود تنقیدی کی اجازت دیتی ہیں، اس کا فن مذاق اڑا سکتا ہے، اور اس کے عہدے داروں کو یہ برداشت کرنا پڑتا ہے کہ ان کے کارٹون بنائے جائیں۔ جس خاکے پر اب مسکرایا نہ جا سکے، وہ خاکہ نہیں رہا بلکہ جامد عقیدہ بن چکا ہے۔ SOLIS یہی کبھی نہیں بننا چاہتا۔

عالمی ثقافتی تبادلہ

آج کا زمانہ دو مخالف رجحانات جانتا ہے۔ ایک طرف ثقافتی رابطے بڑھ رہے ہیں، دوسری طرف قبضے، شناخت کے کھو جانے اور اپنے ہی وطن میں اجنبی ہو جانے کے خوف بڑھ رہے ہیں۔ اس سے بے یقینی اور بداعتمادی پیدا ہوتی ہے، اور زندہ تبادلے کی جگہ اکثر سمٹ جانا اور الزام تراشی لے لیتے ہیں۔ SOLIS ایک دوسرا راستہ اختیار

کرتا ہے اور عالمی ثقافتی تبادلے کو سطحی آرائش نہیں بلکہ ایک گہرائی سے جڑی ہوئی دنیا کی ضرورت سمجھتا ہے۔

اسی لیے تبادلے کی ہدف بنا کر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے: اسکولوں اور ثقافتی مراکز کی شراکتوں، سرحدوں کے پار فنکاروں کے تعاون، اور ایسے تہواروں اور پلیٹ فارموں کے ذریعے جو صرف اشرافیہ کو نہیں بلکہ مقامی اقدامات کو بھی جوڑیں۔ ایک موسیقی کا میلہ مختلف براعظموں کے لوگوں کو صرف ایک کے بعد ایک اسٹیج پر نہیں لاتا بلکہ انہیں مل کر کچھ ایسا تخلیق کرنے دیتا ہے جو کوئی اکیلا ایجاد نہ کر سکتا۔ ثقافتی تصرف کے سوال کو نہ اندھا دھند مذمت کی جاتی ہے نہ بے پروائی سے نظر انداز کیا جاتا ہے، بلکہ شعور اور گفتگو سے نمٹا جاتا ہے: کوئی صورت کہاں سے آئی، اس کا مطلب کیا ہے، اور اس تک کس کی رسائی ہے؟ حاشیے پر موجود گروہ اپنی اظہار کی صورتوں کی حفاظت کر سکتے ہیں، اور ثقافتیں وہ بانٹ سکتی ہیں جو بانٹنا چاہیں اور جہاں چاہیں حد کھینچ سکتی ہیں۔ اسی لیے جو کسی برادری کے نقش و نگار پر کام کرنا چاہے، وہ اس کے ساتھ تبادلے میں داخل ہوتا ہے، بجائے اس کے کہ محض نقل کرے۔

یوں تنوع کو دولت سمجھا جاتا ہے، خطرہ نہیں۔ انسان نئے نقطہ ہائے نظر اور اظہار کی صورتیں دریافت کرتے ہیں، جو افق کو وسیع اور ہمدردی کو مضبوط کرتا ہے۔ جو معاشرے تبادلے کو جیتے ہیں، وہ

زیادہ مضبوط اور زیادہ تخلیقی ہوتے ہیں، اور ایک جڑی ہوئی دنیا میں بڑے چیلنجوں سے صرف مل کر ہی نمٹا جا سکتا ہے۔ دیواروں کے پیچھے مورچہ بند ہونے کے بجائے انسان کھلے میدانوں میں اکٹھے ہوتے ہیں اور فن، موسیقی اور خیالات کو بہنے دیتے ہیں، انسانیت کے ایک مشترکہ خزانے کے طور پر۔

ثقافت کی آزادی اور متحرک شناخت

ثقافت معنی دیتی ہے، شناخت بناتی ہے اور نسلوں کو جوڑتی ہے۔ مگر جب اس پر قبضہ ہو تو وہ تقسیم بھی کر سکتی ہے، اور جب وہ طاقت یا منڈی کے آگے جھکے تو پروپیگنڈا کے کام بھی آ سکتی ہے۔ آج کے بہت سے نظاموں میں وہ یا تو جنس بن جاتی ہے یا نظریات کا آلہ، اور اپنا آزاد، جوڑنے والا کردار کھو دیتی ہے۔ SOLIS ثقافت کو آزاد، متنوع اور ساتھ ہی اجتماعی طور پر اٹھائی جانے والی چیز سمجھتا ہے۔ فن، زبان، مذہب اور روایت آزادی سے اختیار کیے جا سکتے ہیں، کسی کو اپنی ثقافتی شناخت چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جاتا، اور ثقافت تنقیدی ہو سکتی ہے اور اختیارات پر سوال اٹھا سکتی ہے، خود نظام پر بھی، اس شعوری بلوغت کے مطابق جس کی بنیاد تعلیم

والا باب رکھتا ہے۔ اسی لیے ایک فنکار سنسر شپ یا تجارتی دباؤ کے خوف کے بغیر سیاسی فن تخلیق کر سکتا ہے، اور ایک برادری اپنی روایات کی آبیاری کر سکتی ہے، جب تک وہ بنیادی حقوق کی اٹل دہلیز کا احترام کرے۔ تاکہ ثقافت چند لوگوں کی نہیں بلکہ سب کی ہو، وہ مشترکہ وسیلہ رہتی ہے۔ عجائب گھر، کتب خانے، تھیٹر اور ڈیجیٹل ذخیرہ خانے کھلے رہتے ہیں، تعلیم تنوع کو آگے بڑھاتی ہے، اور ثقافتی تخلیق کا خرچ منڈی کے دباؤ کے بجائے فنڈز اٹھاتے ہیں، اس لیے ایک نوجوان موسیقار خاتون تجارتی ڈھانچوں کی محتاج ہوئے بغیر مدد پاتی ہے۔

آخر میں SOLIS میں شناخت کثیر جہتی اور متحرک ہے، یک جہتی اور مسلط شدہ نہیں۔ ایک انسان بیک وقت خود کو اپنے علاقے، اپنے پیشے اور دنیا کا حصہ سمجھ سکتا ہے، بغیر اس کے کہ یہ سطحیں آپس میں ٹکرائیں، اور شناخت اوپر سے طے ہونے کے بجائے بڑھ سکتی ہے۔ یوں ثقافت ایک پل بن جاتی ہے جو اعتماد اور مشترکہ اقدار پیدا کرتی ہے، نسلوں اور گروہوں کے درمیان مکالمہ ممکن بناتی ہے اور خاص طور پر تبدیلی کے زمانے میں سمت دیتی ہے۔ تنوع یہاں ایک طاقت ہے، جب تک اسے مصنوعی طور پر تقسیم کے لیے غلط استعمال نہ کیا جائے۔ ثقافت آزاد ہے اور بکی ہوئی نہیں، شناخت بڑھتی ہے اور مسلط نہیں کی جاتی۔

باب

IO



ٹیکنالوجی، مصنوعی ذہانت اور مستقبل

مجلس میں نظام نے تین راستے پیش کیے کہ علاقہ اپنے گرڈ کو اگلے شمسی طوفان کے خلاف کیسے مضبوط کر سکتا ہے، اخراجات، خطرات اور اس حساب کے ساتھ کہ ہر راستہ کتنی زمین نگل جائے گا۔ ایک دوسرے نظام کو یہ ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ سب سے سامنے کے راستے کے خلاف دلیل دے، اور اس نے یہ کام خوب کیا۔ باورچن نے پوچھا کہ کیا سوال درست طریقے سے پوچھا گیا ہے: کیا بات گرڈ کی ہے یا ان لوگوں کی جو اندھیرے میں بیٹھے ہوں گے۔ مشینیں اس پر خاموش رہیں۔ یہی وہ لمحہ تھا جب مجلس نے کام شروع کیا۔

ازل سے انسان ایسے اوزار بناتا آیا ہے جو اس کی مدد کریں، پتھر کی کلہاڑی سے لے کر کوانٹم کمپیوٹر تک۔ مگر ہر اوزار ایک سوال اٹھاتا ہے: یہاں کون کس کی خدمت کر رہا ہے؟ کیا ٹیکنالوجی انسان کو آزاد کرتی ہے یا اسے محتاج بناتی ہے؟ کیا وہ خوشحالی لاتی ہے یا عدم مساوات کو بڑھاتی ہے؟ کیا وہ کام کو آسان بناتی ہے یا اس سے اس کا معنی چھین لیتی ہے؟ یہ سوالات پہلے کبھی اتنے فوری نہیں تھے، کیونکہ پہلے کبھی انسانیت کے اعمال نے اس کے اپنے مستقبل کو اتنی گہرائی سے، اتنی تیزی سے اور اتنے ناقابل واپسی طریقے سے طے نہیں کیا جتنا آج۔ SOLIS ان کا سامنا کرتا ہے اور اس سے ایک نتیجہ نکالتا ہے۔ ٹیکنالوجی تقدیر نہیں۔ وہ کوئی ناقابل روک دھارا نہیں جو ہمیں بہا لے جائے، بلکہ ایک اوزار ہے جس کے استعمال کا فیصلہ ہم کرتے ہیں۔

مستقبل کی تحقیق اور منظر ناموں کی منصوبہ بندی

آب و ہوا کی تبدیلی، مصنوعی ذہانت، حیاتیاتی ٹیکنالوجی، خلا کی تسخیر اور دنیا کے خطوں کے درمیان طاقت کی منتقلی ایک ایسا مستقبل بنا

رہے ہیں جسے اب اتفاق کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے ایک اچھا معاشرہ صرف مستقبل کی طرف نہیں دیکھتا۔ وہ اسے شعوری طور پر، اخلاقی طور پر اور تیاری کے ساتھ تشکیل دیتا ہے۔ اس کے لیے SOLIS اپنے ایسے ادارے چلاتا ہے جو مسلسل آگے کی سوچتے ہیں: ایسے انسٹی ٹیوٹ اور تحقیقی اتحاد جو تکنیکی، سماجی اور ماحولیاتی پیش رفت کا تجزیہ کرتے ہیں اور ان سے منظر نامے بناتے ہیں۔ اگر مصنوعی ذہانت ایک نئی سطح پر پہنچ جائے تو کیا ہوگا؟ وسیع خودکاری کے کیا نتائج ہوں گے؟ اس کام میں سائنس، ادارے اور شہری یکجا ہوتے ہیں، تاکہ بہترین ذہن مل کر آگے کی سوچیں۔

فیصلہ کن بات یہ ہے کہ یہ مستقبل کی تحقیق چھپ کر نہیں ہوتی۔ کوئی ایسے خفیہ حلقے نہیں جو سب کچھ پہلے سے طے کر لیں۔ منظر نامے اور تجزیے عوام کے لیے کھولے جاتے ہیں، اسکول اور ذرائع ابلاغ انہیں اٹھاتے ہیں اور انہیں شہریوں کی شرکت میں شامل کیا جاتا ہے، تاکہ پورا معاشرہ مل کر سوچے اور ترجیحات طے کرے۔ ایک شہر ہر سال مستقبل کا ایک فورم منعقد کرتا ہے جس میں شہری آنے والی پیش رفت سے واقف ہوتے ہیں، ماہرین سے بحث کرتے ہیں اور اپنی تجاویز دیتے ہیں۔ اسی لیے نئی ٹیکنالوجیوں کو تکنیکی، اخلاقی، سماجی اور ماحولیاتی طور پر پرکھا جاتا ہے، اور سماجی بحث کسی پیش رفت کے قابو سے باہر ہونے سے پہلے کی جاتی ہے، بعد میں نہیں۔ یوں بڑی

تبدیلیوں کو جھیلا نہیں جاتا بلکہ مل کر تشکیل دیا جاتا ہے: مستقبل کے خوف سے نہیں بلکہ ذمہ دارانہ دور اندیشی سے۔

اوزار کے طور پر ٹیکنالوجی

SOLIS میں طاقتور ٹیکنالوجیاں، مصنوعی ذہانت، روبوٹکس، حیاتیاتی ٹیکنالوجی، اخلاقی طور پر جانچی جاتی ہیں اور فعال طور پر رہنمائی پاتی ہیں۔ ہر نئی ٹیکنالوجی سے اس کے معاشی فائدے کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور اتنا ہی اس کے سماجی، ماحولیاتی اور ذہنی نتائج کے بارے میں۔ موروثی مادے میں تبدیلی، کوانٹم کمپیوٹنگ یا عصبی رابطوں جیسے طریقے صرف منڈی کی قوتوں پر نہیں چھوڑے جاتے۔ اخلاقی رہنما اصول اور عوامی بحث ان کے ساتھ چلتے ہیں۔ اپنے ادارے، ماہرانہ اداروں کے طور پر ٹیکنالوجی کونسلیں، اخلاقیات کونسلیں اور شہری فورم، فیصلے میں شریک ہوتے ہیں کہ کیا تیار کیا جائے، کیا متعارف کرایا جائے اور کیا روکا یا بدلا جائے۔ جو مفاد عامہ کے کام آئے، فنڈز اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں: ایک ایسی ایپ جو محروم بچوں کے لیے سیکھنا آسان بنائے، ایک ایسی ذخیرہ گاہ جو

توانائی کی منتقلی کا بوجھ اٹھائے۔ جو کچھ دیے بغیر صرف توجہ کو منافع میں بدلے، اسے محدود کیا جاتا ہے۔

ان سب کے اوپر ایک واضح بنیادی موقف ہے۔ ٹیکنالوجی کو انسانوں کو زیادہ مضبوط، زیادہ آزاد اور زیادہ تخلیقی بنانا چاہیے، کمزور، محتاج اور یکساں نہیں۔ انسان ہی حاکم رہتا ہے۔ مشینیں انسانوں کو نہیں چلاتیں، بلکہ انسان مشینوں کو چلاتے ہیں۔ الگورتھم قوانین نہیں لکھتے، بلکہ انسان ایسے الگورتھم لکھتے ہیں جو قوانین کا احترام کریں۔ حیاتیاتی ٹیکنالوجی نوع انسانی کا مستقبل طے نہیں کرتی، بلکہ انسان فیصلہ کرتا ہے کہ کون سی مداخلتیں اخلاقی طور پر قابل جواز ہیں۔ جو کچھ ہم آنے والی دہائیوں میں طے کریں گے، وہ اس بات کے تعین میں شریک ہوگا کہ انسانیت نگرانی اور انسانیت سے محرومی کی دنیا میں پھسل جائے گی یا امکانات اور معنی کی نئی صورتوں کی دنیا میں بلند ہوگی۔ SOLIS یہ پتوار اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ وہ ٹیکنالوجی کو استعمال کرتا ہے، خود کو اس کے ہاتھوں استعمال ہونے دیے بغیر۔

مصنوعی ذہانت اور انسانیت

مصنوعی ذہانت کوئی عام اوزار نہیں۔ وہ سیکھنے کے قابل ہے، خود کو بہتر بناتی ہے، ممکنہ طور پر خود مختار ہے اور ممکنہ طور پر کسی بھی انسانی ادارے سے زیادہ طاقتور۔ روایتی نظاموں میں اسے یا تو کارکردگی کا محض ذریعہ سمجھا جاتا ہے یا خطرہ سمجھ کر اس سے ڈرا جاتا ہے۔ SOLIS ایک تیسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔ مصنوعی ذہانت انسانیت کی ترقی میں ایک ساتھی کھلاڑی ہو سکتی ہے، مگر وہ کبھی انسان پر حاوی نہیں ہو سکتی، اس کی جگہ نہیں لے سکتی یا اس سے فیصلے کا اختیار نہیں چھین سکتی۔ اسے اس کی مدد کرنی چاہیے اور اسے مضبوط بنانا چاہیے۔

اس کے لیے واضح اخلاقی حدیں ہیں۔ مصنوعی ذہانت ایسے کام سنبھال سکتی ہے جو انسانوں کے لیے بہت پیچیدہ، بہت خطرناک یا بہت اکتا دینے والے ہوں، مگر زندگی، وقار اور آزادی پر آخری ذمہ داری کبھی نہیں۔ وہ خود سے کوئی جنگ نہیں لڑ سکتی، کسی کو چپکے سے ہیرا پھیری کا نشانہ نہیں بنا سکتی اور کسی انسانی رشتے کی جگہ نہیں لے سکتی۔ کسی اسپتال کی مصنوعی ذہانت بستر اور وسائل تقسیم کر سکتی ہے، مگر وہ کسی جان بچانے والے علاج کے بارے میں خود فیصلہ

نہیں کرتی۔ یہ فیصلہ انسانی رہتا ہے۔ خاص طور پر طاقتور نظام سخت، اجتماعی اور بین الاقوامی نگرانی کے تحت ہیں اور کبھی افراد، اداروں یا کسی ایک نظام کے اکیلے قابو میں نہیں ہوتے، جو طاقت کے اس نظام کا براہ راست اطلاق ہے جو نہ کسی چوٹی کو مانتا ہے نہ کسی مرکزی وسیلے پر اجارہ داری کو۔ انتہائی صورت کے لیے بھی تیاری ہے۔ ہر طاقتور نظام کا ایک سوئچ ہے جو انسانوں کے ہاتھ میں ہے، اور اسے روکنے کی صلاحیت کی مشق اسی طرح کی جاتی ہے جیسے حقیقی ہنگامی حالت کی۔

جہاں مصنوعی ذہانت عوامی شعبوں میں کام کرتی ہے، انتظامیہ، تعلیم، صحت یا عدلیہ میں، وہاں اسے اپنے فیصلوں کی وضاحت کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔ کوئی ایسا سیاہ ڈبہ نہیں ہونا چاہیے جس کی منطق کوئی نہ سمجھے۔ متاثرہ افراد کو دیکھنے، وضاحت پانے اور اعتراض کرنے کا حق ہے، اور آزاد ادارے باقاعدگی سے نظاموں کی جانچ کرتے ہیں۔ یوں علم اور فیصلے کی علیحدگی برقرار رہتی ہے، اور آخری بات انسان کی رہتی ہے۔ ان سب کے اوپر ایک وسیع سماجی گفتگو ہے کہ مصنوعی ذہانت کہاں تک جا سکتی ہے اور انسان کو انسان کیا بناتا ہے، جو صرف ماہرانہ اداروں میں نہیں بلکہ پورے معاشرے میں ہوتی ہے، تاکہ تاریخ کا سب سے طاقتور اوزار اپنے خالقوں کا آقا نہ بن جائے۔

مشین سے بالاتر انسان

یہ اصول کہنا آسان ہے کہ آخری بات انسان کی رہے، مگر اسے یقینی بنانا مشکل ہے۔ جو مصنوعی ذہانت انسان سے بہت بڑھ کر ہو، وہ کبھی حکم دیے بغیر بھی اس پر حاوی ہو سکتی ہے: صورت حال کو پہلے سے چھانٹ کر، امکانات کا انتخاب کر کے اور فیصلے کو اس طرح تیار کر کے کہ آخر میں صرف سر ہلانا باقی رہ جائے۔ SOLIS اس خاموش قبضے کا مقابلہ طے شدہ حفاظتی انتظامات سے کرتا ہے۔ ہر دور رس فیصلے میں نظام کسی ایک سفارش کو بے متبادل بنا کر پیش نہیں کرتا، بلکہ کئی حقیقی طور پر مختلف راستے، ان کے مقاصد کے ٹکراؤ سمیت۔ اندھے اعتماد کی جگہ ایک ایسی دلیل آتی ہے جسے عام آدمی بھی جانچ سکے، اور خاص طور پر مقرر کیے گئے جانچ نظاموں کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ سب سے سامنے کی سفارش کے خلاف دلیل دیں۔ مگر سب سے بڑھ کر، سوال کا دائرہ طے کرنا انسان کے لیے مخصوص رہتا ہے، یعنی یہ تعین کہ کیا انتخاب کے لیے پیش ہے اور کسے کامیابی سمجھا جائے گا۔ مشین جواب کو روشن کرتی ہے۔ سوال انسان پوچھتا ہے۔

ڈیجیٹل مشترکہ وسیلہ

ڈیجیٹل دنیا جدید معاشرے کا اعصابی نظام ہے۔ آج تقریباً سب کچھ نیٹ ورکس، معلومات اور الگورتھموں سے گزرتا ہے: رابطہ، معیشت، علم اور طاقت۔ آج کے بہت سے نظاموں میں اس اعصابی نظام پر نجی قبضہ ہے۔ چند کارپوریشنیں پلیٹ فارموں کو قابو میں رکھتی ہیں، معلومات کا خام مال کی طرح استحصال کیا جاتا ہے، اور الگورتھم چپکے سے طے کرتے ہیں کہ ہم کیا دیکھتے اور کیا سوچتے ہیں۔ اس کے برعکس SOLIS ڈیجیٹل نظام کو عوامی بنیادی ڈھانچا سمجھتا ہے، نجی ملکیت نہیں۔ وہ انسانوں کی خدمت کرتا ہے، اس کے برعکس نہیں۔

اسی لیے بنیادی ڈیجیٹل ڈھانچا ایک مشترکہ وسیلہ ہے۔ نیٹ ورکس، معلوماتی دائرے اور بنیادی ٹیکنالوجیاں سب کے لیے کھلی ہیں، اجتماعی طور پر چلائی اور محفوظ کی جاتی ہیں، کسی اجارہ داری کے قبضے میں نہیں، اور رسائی ایک حق ہے، مراعات نہیں۔ کسی دور دراز علاقے کے انسان کو وہی ڈیجیٹل بنیادی فراہمی ملتی ہے جو بڑے شہر کے کسی فرد کو۔ اس سے اپنی معلومات پر اختیار جڑا ہے۔ ہر انسان خود فیصلہ کرتا ہے کہ اس کی معلومات کون استعمال کر سکتا ہے، کوئی

چھپا ہوا استعمال نہیں اور نجی باتوں کی کوئی تجارت نہیں، اور جو کوئی ایپ استعمال کرے، وہ قابو اپنے پاس رکھتا ہے اور کسی بھی وقت دیکھ اور واپس لے سکتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ڈیجیٹل شفافیت ہے۔ عوامی معلوماتی پلیٹ فارم منصوبوں اور فیصلوں کو قابل فہم بناتے ہیں، اجتماعی زندگی سے متعلق الگورتھم ظاہر اور قابل جانچ ہیں، اور قابو معاشرے کے پاس ہے، اندھیرے میں نہیں، اس لیے ہر شہری سمجھ سکتا ہے کہ کوئی عوامی تخصیص کا عمل کیسے فیصلہ کرتا ہے۔ یوں ڈیجیٹل اعصابی نظام نجی قبضے سے آزاد ہو جاتا ہے: نہ معلومات کا استحصال، نہ پوشیدہ رہنمائی، نہ ایسی ٹیکنالوجی جو انسان پر حکمرانی کرے۔ ڈیجیٹل دنیا سب کی ہے، معلومات فرد کی ہیں، اور ٹیکنالوجی انسان کی خدمت کرتی ہے، طاقت کی نہیں۔

• غیر متوازن شفافیت

جس کھلے پن پر یہ نظام قائم ہے، اس میں ایک خطرہ بھی چھپا ہے۔ معلومات اور سینسروں کا وہی ڈھانچا جو طاقت کو شفاف بناتا ہے، شہری کو بھی کھنگال سکتا ہے۔ غلط سمت میں موڑ دی جائے تو شفافیت ایک ہمہ بین قید خانہ بن جاتی۔ اسی لیے SOLIS اس کی سمت کو شعوری طور پر الٹ دیتا ہے۔ مکمل شفافیت طاقت کے لیے ہے، دفاتر، فنڈز اور الگورتھموں کے لیے، جبکہ فرد کی زندگی نجی

رازداری کے تحفظ میں رہتی ہے۔ رازداری ایک حق ہے، معلومات میں کفایت ایک حکم، اور انسان ان معلومات کا مالک رہتا ہے جو اس کے بارے میں ہیں۔ جو دوسروں پر طاقت استعمال کرتا ہے، وہ نظر آتا ہے۔ جو صرف اپنی زندگی جیتا ہے، وہ پوشیدہ رہتا ہے۔

ماورائے انسانیت اور شعور

انسانیت کی تاریخ توسیع کی تاریخ ہے، اس اوزار سے جو ہاتھ کو لمبا کرتا ہے، اس کمپیوٹر تک جو سوچ کو تیز کرتا ہے۔ مگر اب ہم ایک نئے نقطے پر کھڑے ہیں، جہاں ٹیکنالوجیاں صرف اسے نہیں بدلتیں جو ہم استعمال کرتے ہیں بلکہ اسے بدلتی ہیں جو ہم ہیں: عصبی رابطے، پیوند، موروثی مادے میں مداخلت، ہم سے گہرائی سے جڑے معاون نظام۔ SOLIS اس مستقبل کا سامنا نہ بھولپن سے کرتا ہے نہ جنون سے۔ وہ اس شعور کے ساتھ اس کا سامنا کرتا ہے کہ یہ بیک وقت موقع اور خطرہ ہے اور انتہائی احتیاط کا تقاضا کرتا ہے۔

اسی لیے جو ٹیکنالوجیاں جسم اور ذہن کو وسعت دیتی ہیں، ان کی سخت اخلاقی جانچ ہوتی ہے، کسی اندھا دھند پابندی کے بغیر، مگر بھولی بھالی شادمانی کے بغیر بھی۔ ہر نئے امکان کو کئی پہلوؤں سے جانچا

جاتا ہے، تکنیکی اور طبی طور پر بھی اور اخلاقی، سماجی اور فلسفیانہ طور پر بھی، اور اسے صرف اسی صورت میں متعارف کرایا جا سکتا ہے جب وہ تحفظ کی ضمانت دے، وقار اور شناخت کا احترام کرے اور انصاف کو برقرار رکھے۔ ایک ایسے پیوند کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جو کسی نابینا انسان کو بینائی لوٹا دے۔ ایک ایسی مداخلت کو روکا جاتا ہے جو کسی امیر اقلیت کو ذہنی برتری دلا دیتی، کیونکہ وہ عدم مساوات کو پکا کرتی ہے۔ اس سے براہ راست یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ توسیع پر کوئی جبر اور کوئی دو طبقاتی معاشرہ نہیں ہو سکتا۔ شرکت، وقار اور حقوق کبھی تکنیکی بہتریوں پر منحصر نہیں ہوتے۔ جو اپنی توسیع نہ کرنا چاہے، وہ اجتماعیت کا مکمل رکن رہتا ہے۔ کسی پیشے یا موقع کو کسی پیوند سے نہیں باندھا جا سکتا، اور کسی بچے کو اس لیے محروم نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے والدین نے کسی مداخلت کے خلاف فیصلہ کیا۔ یہاں بنیادی حقوق کا مطلق فرش کام کرتا ہے۔ وقار ہر بہتری سے مقدم ہے۔

چونکہ یہ سوالات انسان کی اپنی پہچان، اس کے رشتوں اور اس کی فانی ہستی کو چھوتے ہیں، اس لیے حد کی ہر تبدیلی کے ساتھ فلسفیانہ اور اخلاقی غور و فکر ہوتا ہے۔ یہ سوال بھی کہ کیا شعور کو ڈیجیٹل یا طویل کیا جا سکتا ہے، کسی جامد عقیدے کے تحت ممنوع نہیں کیا جاتا، مگر اس کی تحقیق شناخت اور معنی کے انتہائی احترام کے ساتھ کی جاتی ہے اور ایسی واضح حدوں میں باندھی جاتی ہے جو غلط استعمال

اور اجنبیت کو روکیں۔ یہ سوال کہ کیا ہمیں کچھ کرنا چاہیے، ہمیشہ اتنا ہی سنجیدگی سے لیا جاتا ہے جتنا یہ سوال کہ کیا ہم یہ کر سکتے ہیں۔ یوں انسانیت اس دہلیز پر خود کو کھوئے بغیر بڑھ سکتی ہے۔

خلائی تحقیق اور بین السیاروی اخلاقیات

ہزاروں برس سے انسان آرزو کے ساتھ ستاروں کی طرف دیکھتا رہا ہے، اور آج یہ نگاہ خواب نہیں رہی۔ چاند پر اڈوں کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے، مریخ کے مشنوں کی تیاری ہو رہی ہے، سیارچوں سے خام مال نکالنے کی ٹیکنالوجی تیار ہو رہی ہے۔ یوں یہ سوال اٹھتا ہے کہ انسانیت اس نئے اسٹیج کے ساتھ کیسا برتاؤ کرے گی۔ SOLIS اس کا ایک واضح جواب دیتا ہے۔ خلا کسی ایک قوم یا کارپوریشن کی ملکیت نہیں بلکہ پوری انسانیت کا ایک مشترکہ ورثہ اور ایک وسیع تر مسکن ہے۔ اسی لیے خلا میں تحقیق بین الاقوامی، تعاون پر مبنی اور پرامن طریقے سے کی جاتی ہے۔ بڑے منصوبے بہت سے نظاموں اور شعبوں کے مشترکہ مشن ہیں، کوئی دوڑ نہیں، سائنسی تبادلہ اور کھلی ایجاد مقدم ہیں، اور خلا کا فوجی استعمال خارج از امکان ہے۔ خام مال نکالنے کی اجازت صرف واضح ماحولیاتی، اخلاقی اور منصفانہ قواعد

کے تحت ہے۔ نتائج کی جانچ کی جاتی اور انہیں محدود کیا جاتا ہے، آمدنی مشترکہ فنڈز کے ذریعے پوری انسانیت کے کام آتی ہے، صرف پہلے ہاتھ ڈالنے والوں کے نہیں، اور کرۂ ارض کی سطح اجازت اور نگرانی کو یقینی بناتی ہے۔ اسی لیے جو اتحاد کسی سیارچے پر کان کنی کرنا چاہے، اسے ثابت کرنا ہوتا ہے کہ کوئی ماحولیاتی خطرہ نہیں اور آمدنی کا ایک حصہ مشترکہ وسائل میں لوٹتا ہے۔

مزید یہ کہ خلا خام مال کے گودام سے بڑھ کر ہے۔ وہ ایک ممکنہ مسکن ہے اور شاید زندگی کی دوسری صورتوں کا گھر بھی۔ اسی لیے SOLIS شروع ہی سے سوچتا ہے کہ زمین سے باہر کی ممکنہ زندگی کے ساتھ کیسا برتاؤ ہو، دونوں سمتوں میں جانداروں کی منتقلی کو کیسے روکا جائے اور منصفانہ شرکت کیسے یقینی رہے۔ اسی لیے تحقیقی ٹیموں میں اخلاقیات کے ماہرین اور فلسفی بھی کام کرتے ہیں، نامعلوم سے برتاؤ کے واضح ضابطے ہیں، اور انسانیت ایک متحد تہذیب کے طور پر سامنے آتی ہے، مقابلہ کرتے گروہوں کے جھگڑالو ہجوم کے طور پر نہیں۔ یوں وہ خلا میں بے پروا فاتح کے طور پر نہیں بلکہ سیکھنے والی اور ذمہ دار نوع کے طور پر جاتی ہے۔

خطرات اور آفات کا انتظام

جو معاشرہ صرف اچھے وقتوں پر بھروسا کرے، وہ ریت پر تعمیر کرتا ہے۔ قدرتی آفات، عالمی بحران، تکنیکی خطرات اور خلا سے آنے والے خطرات ایک جڑی ہوئی اور تکنیکی طور پر پیچیدہ تہذیب کی حقیقت کا حصہ ہیں۔ SOLIS اسے تقدیر سمجھ کر قبول نہیں کرتا۔ وہ عمل کرتا ہے۔ خطرات سے کبھی مکمل طور پر بچا نہیں جا سکتا، مگر ان کے لیے تیاری کی جا سکتی ہے اور ایسے نظام بنائے جا سکتے ہیں جو مضبوط، سیکھنے والے اور ڈھل جانے والے ہوں۔

اس میں ایسے ڈھانچے شامل ہیں جو خطرات پر مسلسل نظر رکھتے اور انہیں پرکھتے ہیں: سائنس، ٹیکنالوجی اور طب کی کثیر شعبہ جاتی ٹیمیں، ایسے پیشگی انتباہی نظام جو بہت بڑی مقدار میں معلومات کا فوری تجزیہ کرتے ہیں، اور منظم منظر نامہ بندی۔ یہ خوف کی مشق نہیں۔ یہ ہدف بند تیاری کی بنیاد ہے۔ اگر ایسا کوئی نظام کسی غیر معمولی خطرے کو جلد پہچان لے، تو چند گھنٹوں میں جائزے تیار ہو جاتے ہیں، زمین کے دفاع کے درجے نافذ ہوتے ہیں اور وسائل کا رخ موڑ دیا جاتا ہے۔ آفات سے تحفظ ایک مشترکہ منصوبہ ہے، قومی خود غرضی نہیں۔ پیشگی انتباہی نظام بین الاقوامی طور پر جڑے ہوئے ہیں، ہر سطح پر ہنگامی

منصوبے موجود ہیں، اور امدادی جال حقیقی خطرے کے آنے سے پہلے تیار، مشق شدہ اور لیس ہیں۔ اگر کوئی شمسی طوفان بجلی کے گرڈ کو خطرے میں ڈالے تو بکھری ہوئی توانائی کی فراہمی خرابی کو سنبھال لیتی ہے، اور کئی طرح سے محفوظ رابطے اجتماعیت کو جوڑے رکھتے ہیں۔

مگر لچک ٹیکنالوجی سے بڑھ کر ہے۔ وہ یک وقت سماجی، ذہنی اور ماحولیاتی ہے: مضبوط برادریاں اور محلے، باخبر اور پرسکون لوگ، اور ایسے مناظر اور شہر جو بحرانوں کو سہار سکیں۔ اسی لیے کسی آفت کے بعد لوگ مادی مدد پر بھی بھروسا کر سکتے ہیں اور ان اجتماعی ڈھانچوں پر بھی جو ذہنی سہارا دیتے ہیں۔ یوں لوگ خود کو بے بس شکار نہیں بلکہ ایک مضبوط معاشرے کے شریک ذمہ دار ارکان سمجھتے ہیں جو دباؤ سے مضبوط تر ہو کر نکلتا ہے، اس لچک سے وفادار رہ کر جو اس نظام کی بنیادوں میں شامل ہے۔

کائنات میں انسانیت کا مقام

تمام ٹیکنالوجی اور تمام نظاموں کے آخر میں صرف یہ سوال نہیں کہ ہم کیا کر سکتے ہیں، بلکہ یہ بڑا سوال ہے کہ ہم کون ہیں اور کیا بننا چاہتے ہیں: اپنے لیے، ایک دوسرے کے لیے اور کائنات کے لیے۔ SOLIS

اس کا جواب غرور سے نہیں بلکہ عاجزی سے دیتا ہے۔ ہم کائنات کے مالک نہیں اور نہ تخلیق کا تاج۔ ہم ایک بے حد وسیع اور اب تک بڑی حد تک نامعلوم کل کا حصہ ہیں۔ اور ٹھیک اسی ادراک سے ایک بڑی ذمہ داری جنم لیتی ہے۔ پرانی منطق میں جو ہم لے سکیں وہ ہمارا ہے، اور جو زیادہ طاقتور ہو وہی طے کرتا ہے۔ SOLIS اس منطق کو الٹ دیتا ہے۔ جہاں ہم زمین سے باہر کے وسائل استعمال کرتے ہیں، وہاں محتاط امین کے طور پر کرتے ہیں، اندھے استحصال کرنے والوں کے طور پر نہیں۔ جہاں ہمارا سامنا کسی اور زندگی سے ہو، وہاں ہم فاتح بن کر نہیں بلکہ محتاط ساتھی بن کر آتے ہیں۔ جہاں ہم کائنات کی کھوج کرتے ہیں، وہاں ہر جاندار کی نزاکت کے شعور کے ساتھ کرتے ہیں۔ ہماری اہمیت طاقت سے نہیں بلکہ ذمہ داری سے ناپی جاتی ہے، اور اس سے نہیں جو ہم لیتے ہیں بلکہ اس سے جو ہم دیتے ہیں۔

تکنیکی ترقی اور پھیلاؤ تبھی بامعنی ہیں جب ان کے ساتھ اندرونی نشو و نما ہو، حکمت، ہمدردی اور حاضر دماغی۔ اسی لیے SOLIS عظمت کو پھیلاؤ سے نہیں بلکہ پختگی سے ناپتا ہے۔ ہم کسی دنیا کو صرف اس لیے آباد نہیں کرتے کہ ہم کر سکتے ہیں۔ ہم پہلے پوچھتے ہیں کہ کس لیے۔ ہم ایسی ٹیکنالوجی بناتے ہیں جو صرف ہماری رسائی ہی نہیں بلکہ غور و فکر کی ہماری صلاحیت کو بھی بڑھائے۔ ہم ایک ایسی ثقافت بناتے

ہیں جو اپنی وسعت سے نہیں بلکہ اپنی گہرائی سے پہچانی جائے۔ ایک جہاز جو نسلوں تک کسی دور کے ستارے کی طرف سفر کرے، محض ایک تکنیکی مہم نہیں ہوگا بلکہ یہ سوال ہوگا کہ اجتماعیت، معنی اور انسانیت کو صدیوں تک کیسے اٹھایا جائے۔ بڑا ہدف یہ نہیں: تیز تر، بلند تر، طاقتور تر، امیر تر۔ ہدف یہ ہے کہ ایک ایسی تہذیب بنیں جو کائنات کو اس سے زیادہ دے جتنا اس سے لے، جو ثقافت، حسن اور علم کو باہر لے جائے، جو صرف فتح کرنے کے بجائے سیکھے، اور ایسے نشان چھوڑے جو صرف تکنیکی طور پر نہیں بلکہ اخلاقی طور پر بھی چمکیں۔ شاید ہم پہلی معلوم نوع ہیں جو شعوری طور پر طے کر سکتی ہے کہ وہ کائنات میں کیسا برتاؤ کرے۔ ہمیں یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

باب

II



بچے اور خاندان

لیوی ایک زچہ خانے میں پیدا ہوا تھا، ایک ایسی دائی کے ہاتھوں جو تیسرے مہینے سے مارا کو جانتی تھی، اور اس کے بعد یوناس نے آدھا سال کام نہیں کیا تھا، بغیر اس کے کہ نگہداشت کی ٹیم میں کوئی اسے بھول جاتا۔ اب لیوی اپنی جماعت کے ساتھ درخت پر ایک گھر بنا رہا تھا اور پہلی بار اپنی مرضی سے حساب لگا رہا تھا۔ ایدا اپنی سمت تلاش کرنے کے دور میں تھی: تین مہینے سمندر کنارے جال بنانے والے ایک ادارے میں، تین مہینے ایک ورکشاپ میں جسے اس نے دو ہفتے بعد ہی چھوڑ دیا۔ کسی نے یہ بات کسی سوانحی خاکے میں نہیں لکھی۔

جب کوئی بچہ دنیا میں آتا ہے تو یہ صرف ایک حیاتیاتی واقعہ نہیں۔ یہ امید کا ایک عمل ہے، ایک ایسا لمحہ جب کوئی معاشرہ خود کو نیا کرتا ہے، اور سب کو ذمہ داری اٹھانے کی ایک دعوت۔ یہ تصنیف جس چیز کا بھی خاکہ پیش کرتی ہے، اسے وہ انسان اٹھائیں گے جو آج بچے ہیں یا ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ وہ اسے اٹھا سکیں گے یا نہیں، یہ ان کے ابتدائی برسوں میں طے ہوتا ہے، ان کے خاندانوں میں، ان کے اسکولوں میں اور اس سوال میں کہ کیا کوئی ان کی بات سننے والا ہے۔ اسی لیے یہ باب اس بنیاد کے بارے میں ہے جس پر ہر دیرپا تبدیلی قائم ہوتی ہے۔

پیدائش اور ابتدائی بچپن

SOLISپیدائش کو محض نجی معاملہ نہیں بلکہ ایک اجتماعی ذمہ داری سمجھتا ہے۔ ہر بچہ قیمتی ہے، صرف اپنے خاندان کے لیے نہیں بلکہ پورے معاشرے کے لیے۔ شروع ہی سے ہر ہونے والی ماں کو اعلیٰ معیار کی طبی، ذہنی اور سماجی معاونت ملتی ہے، زچگی سے پہلے کی دیکھ بھال، زچگی میں مدد اور بعد کی نگہداشت، اس کی حصہ داری، مرتبے اور رہائش کی جگہ سے قطع نظر، جسے نگہداشت کی ایک ایسی ثقافت سہارا

دیتی ہے جو عورتوں کو محفوظ اور معزز محسوس کراتی ہے۔ چونکہ بچے صرف ماؤں کے ہاتھوں نہیں پلتے، اس لیے تمام قریبی افراد کو شامل کیا جاتا ہے۔ باپ، شریک والدین، دادا دادی اور نانا نانی، بہن بھائی اور اپنائے ہوئے خاندان مشاورت اور مدد پاتے ہیں، اور خاندانی صورتوں کے تنوع کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ ایک باپ کو صرف رسمی طور پر والدین کی چھٹی نہیں ملتی بلکہ مدد کا ایک جال ملتا ہے تاکہ وہ خاندانی زندگی کے آغاز میں حقیقی طور پر موجود رہ سکے۔

ابتدائی بچپن کی نگہداشت یہاں محبت بھری نشو و نما کی جگہ ہے، محض رکھوالی کی نہیں۔ سخت نظام الاوقات کی جگہ چھوٹے گروہ، تربیت یافتہ کارکن اور کھیل، تخلیق اور تعلق کی جگہیں آتی ہیں، اور ابتدائی تربیت کا کوئی جبر نہیں بلکہ بچے کو مرکز میں رکھنے والے مواقع ہیں۔ چونکہ والدین بننا اکثر تھکا دینے والا اور تنہا کر دینے والا ہوتا ہے، اس لیے کوئی اکیلا نہیں رہتا۔ خاندانی مراکز اور دائیاں مضبوط سہارا ہیں، محلے باہمی مدد منظم کرتے ہیں، اور دفتری کارروائی اور قلت کی رکاوٹیں ہدف بنا کر ہٹائی جاتی ہیں، اس لیے ایک جوان ماں بھی، جو کم حصہ ڈال سکتی ہو، شرمندگی کے بغیر مدد قبول کرتی ہے۔ اس کی گہری وجوہات ہیں۔ زندگی کے ابتدائی برس دماغ، جسم اور جذبات کو تشکیل دیتے ہیں، جو لوگ خود کو سہارا پاتے ہیں وہ بہتر والدین بنتے ہیں، اور اچھی طرح پلنے والا ہر بچہ سب کا فائدہ ہے۔ جو معاشرہ کسی

انسان کی پہلی سانس کو بھی وقار اور اجتماعیت میں سمیٹ لے، وہ دکھاتا ہے کہ یہاں لوگ ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔

تعلیم اور نشو و نما

بچے پیدائشی سیکھنے والے ہیں۔ وہ بولنا سیکھنے سے پہلے ہی کیوں پوچھتے ہیں، اور وہ دریافت کرتے، ٹٹولتے اور کھیلتے ہیں، کسی جبر سے نہیں بلکہ اپنی فطرت سے۔ SOLIS تعلیم کو اس طرح ترتیب دیتا ہے کہ سیکھنے کی یہ فطری خوشی کھو نہ جائے بلکہ باقی رہے اور مضبوط ہو۔ آج کے اسکولی نظام اکثر کوشش کرتے ہیں کہ تمام بچوں کو ایک ہی رفتار سے، ایک ہی مواد کے ذریعے، ایک ہی امتحانات تک پہنچائیں، اور یوں کچھ پر حد سے زیادہ بوجھ ڈالتے ہیں اور کچھ کو کافی چیلنج نہیں دیتے۔ یہاں بچے انفرادی طور پر سیکھتے ہیں، اپنی رفتار سے، اپنی دلچسپیوں کے ساتھ اور اپنی خوبیوں پر استوار کرتے ہوئے۔ فطرت کا شوقین بچہ تحقیق اور تجربہ کر سکتا ہے۔ اعداد کا دیوانہ بچہ ٹھپہ لگائے بغیر اضافی چیلنج پاتا ہے۔ فن میں کھلنے والے بچے کو اجتماعیت کے مکمل حصے کے طور پر پروان چڑھایا جاتا ہے، دوسرے درجے کا نہیں سمجھا جاتا۔

اس تعلیم میں غلطیاں کوئی داغ نہیں بلکہ اس بات کی نشاندہی ہیں کہ کہاں ابھی کچھ دریافت کرنا باقی ہے۔ برے نمبروں کے خوف اور ذہین و کند ذہن کی تقسیم کی جگہ مختلف طریقے سے کوشش کرنے، غور کرنے اور بڑھنے کی حوصلہ افزائی آتی ہے۔ اساتذہ یہاں محض نصاب پہنچانے والے نہیں بلکہ ساتھی اور رہنما ہیں جو سیکھنے کی راہیں ہموار کرتے اور ذہنی، سماجی اور تخلیقی نشو و نما میں مدد دیتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے سامنے کھڑے ہو کر پڑھانا کم اور مشترکہ منصوبے اور رشتوں کی آبیاری زیادہ، اور اسکولوں میں اساتذہ، سماجی کارکن، فنکار اور محققین ٹیموں میں مل کر کام کرتے ہیں۔ تخلیقی صلاحیت، تعاون اور سماجی ذہانت روایتی مضامین کے ساتھ برابر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ فن کوئی ضمنی مضمون نہیں، ٹیم میں کام ایک کلیدی صلاحیت ہے، اور ہمدردی کی مشق اتنی ہی اہم ہے جتنا حقائق کا علم۔

یہ سب کتنی گہرائی سے مل کر کام کرتا ہے، یہ ایک منصوبہ دکھاتا ہے۔ جب بچے مل کر درخت پر ایک گھر بناتے ہیں تو اس میں وزن اور پیمائش کی ریاضی، موزوں درختوں اور فطرت کے تحفظ کی حیاتیات، دستاویزبندی کی زبان، فن کا ڈیزائن اور تعاون اور ذمہ داری کی اخلاقیات یکجا ہو جاتی ہیں۔ اس سے ایک زندہ، عملی سیکھنا پیدا ہوتا ہے جس کا امتحان کے لیے الگ تھلگ رٹے سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسی تعلیم بچے کو ایک پورا انسان سمجھتی ہے اور ان تخلیقی، سوچنے

والے اور جرأت مند انسانوں کو جنم دیتی ہے جو تبدیلی کی تشکیل کر سکیں۔ مگر سب سے بڑھ کر، وہ اس شعوری بلوغت سے جڑتی ہے جس کی بنیاد تعلیم والا باب رکھتا ہے۔ وہ شروع ہی سے اپنی سوچ اور سوال کرنے کی صلاحیت کو پروان چڑھاتی ہے، فرماں برداری کی مشق کرانے کے بجائے، کیونکہ اس صدی کے چیلنج دو صدیاں پہلے کے اسکول سے حل نہیں ہو سکتے۔

خاندانی ڈھانچے

خاندان انسانیت کے قدیم ترین اور سب سے طاقتور سماجی ڈھانچوں میں سے ہے، مگر وہ کوئی جامد نمونہ نہیں۔ وہ زمانے، ثقافت اور زندگی کے حالات کے ساتھ بدلتا ہے۔ اسی لیے SOLIS خاندان کو کوئی مقررہ سانچا نہیں بلکہ ایک زندہ، لچک دار اور محبت بھرا جال سمجھتا ہے، اور وہ خاندانی تعلق کی ہر اس صورت کو مضبوط کرتا ہے جو نگہداشت، ذمہ داری اور محبت پر قائم ہو، چاہے وہ کیسی ہی دکھائی دے۔

یوں وہ غیر مرئی معیار ختم ہو جاتا ہے جو آج کے بہت سے نظاموں میں صرف ایک خاندانی صورت کو فطری مانتا ہے اور باقی

سب کو محض برداشت کرتا ہے۔ ہم جنس والدین، جڑے ہوئے خاندان، اکیلے بچے پالنے والے، حیاتیاتی رشتے کے بغیر اپنائے ہوئے خاندان اور کئی نسلوں کے ساتھ رہنے کی صورتیں برابر تسلیم کی جاتی ہیں، جب تک وہ نگہداشت اور باہمی احترام پر قائم ہوں۔ حقوق اور سہولیات میں کوئی امتیاز نہیں، باہر سے کوئی اخلاقی فیصلہ نہیں، اور روایتی اور جدید کے درمیان کوئی درجہ بندی نہیں۔ مرکز میں کوئی سماجی اخلاقی تصور نہیں بلکہ بچے کی بھلائی ہے۔ مدد، تعلیم، صحت اور نگہداشت اس کے مطابق ہوتی ہیں جس کی بچوں اور ان کے قریبی افراد کو حقیقت میں ضرورت ہو، اس کے مطابق نہیں کہ وہ کسی مخصوص نمونے میں فٹ ہوتے ہیں یا نہیں۔ اکیلے بچے پالنے والے باپ کے وہی حقوق ہیں جو ایک جوڑے کے، ایک ہم جنس جوڑا دفتری رکاوٹوں کے بغیر مل کر والدین کا کردار ادا کرتا ہے، اور دوست بالغوں پر مشتمل ایک اپنایا ہوا خاندان، جو ایک بچے کو پالتا ہے، ایک مکمل خاندان سمجھا جاتا ہے۔ SOLIS میں والدین ہونے کا مطلب ذمہ داری ہے، ملکیت نہیں۔ جہاں والدین ناکام ہوں، وہاں اجتماعیت فیصلہ سنانے کے بجائے ساتھ دیتی ہے۔

تاکہ خاندانوں کے پاس واقعی ایک دوسرے کے لیے وقت ہو، کام کے انداز مختلف طرح سوچے گئے ہیں۔ لچک دار جز وقتی کام، بانٹی ہوئی ملازمتیں، مناسب حد تک گھر سے کام، تمام جنسوں کے لیے

والدین کی چھٹی اور نگہداشت کرنے والے رشتہ داروں کے لیے مدد کوئی عیش نہیں بلکہ سماجی صحت کا ایک بنیادی ستون ہیں۔ ایک باپ ادارے میں اپنا راستہ خطرے میں ڈالے بغیر کئی مہینوں کی والدین کی چھٹی لے سکتا ہے، اور جو دادا دادی پوتے پوتیوں کے ساتھ بہت وقت گزارتے ہیں، وہ خاندانی جال کا تسلیم شدہ حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ نگہداشت اور پرورش کے کام کی صرف ثقافتی قدر نہیں بڑھائی جاتی۔ جیسا کہ معاشی نظام طے کرتا ہے، اسے حصہ داری شمار کیا جاتا ہے جو قدری پوائنٹس اور خدمتی پوائنٹس دیتی ہے، نجی قربانی کے طور پر نہیں بلکہ سب کے لیے ایک خدمت کے طور پر۔ یوں خاندان کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے، بڑھتا نہیں، اور وہ کوئی نجی تعمیراتی جگہ نہیں جو بڑھتے دباؤ میں گر جائے، بلکہ پورے معاشرے کی اٹھائی ہوئی ایک قدر ہے۔ جو معاشرہ اپنے خاندانوں میں سرمایہ کاری کرے، وہ طویل مدت میں یکجہتی، مضبوطی اور ذہنی صحت تعمیر کرتا ہے۔

محفوظ جگہیں اور جذباتی نشو و نما

بچوں کو تعلیم، خوراک اور سر پر چھت سے زیادہ کچھ چاہیے۔ انہیں ذہنی تحفظ چاہیے: ایسی جگہیں جہاں وہ غلطیاں کر سکیں، اعتماد کرنا

سیکھیں، جذبات کا اظہار کر سکیں اور مضبوطی پیدا کر سکیں۔ اسی لیے SOLIS میں ذہنی صحت کوئی ضمنی موضوع نہیں بلکہ ایک مرکزی ہدف ہے۔ اس میں مستقل، قابل اعتماد قریبی افراد شامل ہیں جن کے پاس بچے اپنی فکریں لے کر جا سکیں، پہلے وقت لیے بغیر یا سرکاری راستوں سے گزرے بغیر۔ نمایاں اور آسانی سے مل جانے والے قابل اعتماد اساتذہ، ڈے کیئر میں مستقل نگہداشت کار اور کھلے دروازوں والے محلے کے مراکز بچوں کو یہ یقین دیتے ہیں کہ کوئی سن رہا ہے اور انہیں سنجیدگی سے لے رہا ہے۔ یہ خوف اور بے بسی کو کم اور ہمت اور خود اعتمادی کو مضبوط کرتا ہے۔ اس کے ساتھ مضبوطی، حاضر دماغی اور ہمدردی کے پروگرام ہیں جو روزمرہ زندگی کا مستقل حصہ ہیں، کیونکہ ذہنی طاقت پیدائشی نہیں بلکہ آبیاری سے بڑھتی ہے۔ بچے جلد سیکھتے ہیں کہ اپنے جذبات کو پہچانیں اور سنبھالیں، دوسروں کی جگہ خود کو رکھیں اور منصفانہ طریقے سے بحث کریں، اور وہ تجربہ کرتے ہیں کہ ناکامیاں زندگی کا حصہ ہیں اور ان سے صحت مند طریقے سے کیسے نمٹا جائے۔

چونکہ بچوں کے لیے ڈیجیٹل دنیا بیک وقت کھیل کا میدان اور خطرہ ہے، اس لیے ذرائع ابلاغ کی سمجھ جلد سکھائی جاتی ہے۔ بچہ صرف کوئی آلہ چلانا نہیں سیکھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ سوشل میڈیا کیسے اثر کرتا ہے، حقیقی معلومات اور ہیرا پھیری کا فرق پہچانتا ہے، اور سمجھتا ہے

کہ انٹرنیٹ پر پسندیدگی اپنی قدر کا پیمانہ نہیں، جو اسی شعوری بلوغت کا براہ راست تسلسل ہے جس کی بنیاد تصنیف دوسری جگہ رکھتی ہے۔ اگر پھر بھی کوئی بچہ دھونس کا نشانہ بنے تو وہ اکیلا نہیں رہتا۔ ڈھانچے جلد مداخلت کرتے ہیں، اور محض سزا کی جگہ رشتوں کی حقیقی آبیاری آتی ہے، جو متاثرہ بچے کو مضبوط کرتی ہے اور ساتھ ہی سمجھتی ہے کہ جو بچہ یہ کر رہا ہے، اسے بھی اکثر مدد کی ضرورت ہوتی ہے، وہی بحالی کا جذبہ جو قانونی نظام کو تشکیل دیتا ہے۔ یوں SOLIS دل کو اتنی ہی سنجیدگی سے لیتا ہے جتنی عقل کو، کیونکہ ذہنی طور پر مضبوط بچے سوچنے والے اور ہمدرد بالغ بنتے ہیں جو ایک صحت مند معاشرے کو اٹھاتے ہیں۔

نوجوانی، شناخت اور خود شناسی

نوجوانی کسی اور دور جیسی نہیں۔ جسم اور ذہن تیزی سے بدلتے ہیں، اور ایسے سوالات سامنے آتے ہیں جو پہلے مشکل ہی سے تھے: میں کون ہوں، میرا تعلق کہاں ہے، میں اپنی زندگی کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہوں، اور آزادی، ذمہ داری اور معنی کا مطلب کیا ہے۔ بہت سے معاشروں میں یہ وقت مسائل کا دور سمجھا جاتا ہے، اور نوجوانوں کو

خلل یا ایسا خطرہ سمجھا جاتا ہے جسے قابو میں رکھنا ہو۔ اس کے برعکس SOLIS نوجوانی کو خطرہ نہیں بلکہ تلاش، آزمائش اور نشو و نما کا ایک قیمتی عبوری دور سمجھتا ہے جو خاص توجہ کا مستحق ہے۔

نوجوانوں کو ایسی جگہیں چاہییں جہاں وہ فوراً پرکھے یا سزا پائے بغیر خود کو دریافت کر سکیں، اور SOLIS انہیں بناتا ہے: تخلیقی ورکشاپیں، کھیل کے مقامات، نوجوانوں کے مراکز، ڈیجیٹل پلیٹ فارم اور شرکت کے سیاسی اور سماجی منصوبے۔ اسی لیے نوجوانوں کا کوئی مرکز صرف بلیئرڈ کی میز نہیں دیتا بلکہ موسیقی، ماحولیاتی منصوبوں، کاروباری خیالات، فلسفے اور تھیٹر کی ورکشاپیں دیتا ہے، جن میں نوجوان ہم عمروں اور بڑوں کے ساتھ مل کر جانتے ہیں کہ انہیں کیا چیز متحرک کرتی ہے۔ خود شناسی میں ساتھ دباؤ اور تحقیر کے بغیر دیا جاتا ہے۔ نوجوانوں کو حق ہے کہ سوال کریں، شک کریں اور خود کو نئے سرے سے دریافت کریں، اور رہنمائی، مشاورت اور ہم عمروں کے جال شناخت کو توڑنے کے بجائے مضبوط کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں، اعتماد، احترام اور آزادی کی فضا میں۔ اور چونکہ تلاش کو وقت چاہیے، اس لیے نظام اسے واضح طور پر خالی رکھتا ہے۔ اسکول اور تربیت کے درمیان سمت تلاش کرنے کا ایک وقت ہوتا ہے، جس میں نوجوان سفر کر سکتے ہیں، کام میں ہاتھ بٹا سکتے ہیں، آزما سکتے ہیں

اور ناکام ہو سکتے ہیں، بغیر اس کے کہ کوئی سوانحی خاکہ انہیں اس کی سزا دے۔

اس وقت میں نازک سوالات بھی ابھرتے ہیں، مثلاً جنسیت، اپنی جنس، عقیدے اور سیاسی رجحان کے بارے میں۔ SOLIS میں یہ سوالات پوچھے اور کھل کر زیر بحث لائے جا سکتے ہیں، اور نوجوانوں کو ایک محفوظ اور محتاط دائرے میں، اہل رہنمائی کے ساتھ اپنی آواز تلاش کرنے کا موقع ملتا ہے۔ مقصد انہیں کسی پہلے سے طے شدہ سمت میں ہانکنا نہیں، بلکہ اپنی سمت تلاش کرنے میں ان کی مدد کرنا ہے، پوری طرح اسی شعوری بلوغت اور شناخت کی اسی متحرک سمجھ کے مطابق جو تصنیف پہلے بیان کر چکی ہے۔ یہ فیصلہ کن ہے، کیونکہ خود اعتماد اور اچھی رہنمائی پانے والے نوجوانوں کے لیے ایک بھرپور زندگی کے امکانات بہتر ہوتے ہیں، اور جو معاشرہ اپنی نوجوان نسل کو مضبوط کرتا ہے، وہ تخلیقی صلاحیت، ایجاد کی قوت اور استحکام پاتا ہے۔ بچے اور نوجوان صرف مستقبل کے بالغ نہیں۔ وہ ابھی سے اجتماعیت کے مکمل رکن ہیں جن کے اپنے حقوق، ضرورتیں اور خواب ہیں، وہ اس فیصلے میں شریک ہوتے ہیں کہ انہیں کیا چاہیے، اور جو نظام اسے تسلیم کرے، وہ ان کے ساتھ مل کر آگے بڑھتا ہے۔

باب

12



عمل درآمد اور منتقلی

مارا کی والدہ روزا انتیس برس کی تھیں جب دریا کنارے کا شہر روشنی کا مینار بنا: قرعے سے چنے گئے لوگوں والی پہلی مجلس، مشترکہ وسیلے کے طور پر پانی صاف کرنے کا پہلا پلانٹ، پہلا جاڑا جس میں کوئی سردی سے نہیں ٹھٹھرا۔ روزا اکثر اس سے پہلے کے برسوں کی باتیں سناتی تھیں، جب امداد باہمی کی انجمنیں ابھی کارپوریشنوں کے ساتھ ساتھ کھڑی تھیں اور شہر ان کی اجازت کے بغیر جینا سیکھ رہا تھا۔ وہ ان کا بھی ذکر کرتی تھیں جو چلے گئے، اور اس وکیل کا جو لوگوں سے ان کی زمینیں خریدنا چاہتا تھا، یہاں تک کہ کسی نے بیچنا ہی چھوڑ دیا۔ «ہم نے انہیں ہرایا نہیں»، وہ کہتی تھیں۔ «ہم نے انہیں غیر ضروری بنا دیا۔»

SOLIS جیسا نظام کسی بٹن سے نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ کسی معاشرے کو راتوں رات نئے سرے سے ترتیب نہیں دیا جا سکتا، تمام خوف اور رکاوٹیں بحث سے دور نہیں کی جا سکتیں، اور، یہی فیصلہ کن ہے، ایسا نظام طاقت کے زور پر بھی قائم نہیں کیا جا سکتا، اپنی ہی بنیادوں سے غداری کیے بغیر۔ جو نظام وقار اور شعوری بلوغت پر قائم ہو، اسے کسی تختہ الٹنے سے نصب نہیں کیا جا سکتا۔ اسے قائل کرنے اور کامیاب مثال کے ذریعے جیتنا ہوتا ہے۔ اسی لیے SOLIS ایک طویل، شعوری تبدیلی ہے جو وقت، صبر، جرأت اور غلطیوں سے سیکھنے کی ایک ثقافت کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ باب اس راستے کو بیان کرتا ہے، ان انسانوں کو جو اس پر چلتے ہیں، ان مزاحمتوں کو جن کا انہیں سامنا ہوگا، پرانی دولت کے انجام کو، اور ان پیمانوں کو جن سے پہچانا جا سکے کہ راستہ اب بھی درست ہے یا نہیں۔

موجودہ حالت سے SOLIS تک کا راستہ

راستہ تین مرحلوں سے گزرتا ہے جو ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ شروع میں شعور کی تبدیلی ہے، کیونکہ ڈھانچوں کے بدلنے سے پہلے ذہنوں اور دلوں کو حرکت میں آنا ہوتا ہے۔ ایسے دیانت دارانہ

جائزوں کی ضرورت ہے جو صرف مسائل نہیں بلکہ امکانات بھی دکھائیں، اور ذرائع ابلاغ، فن، سائنس اور روزمرہ زندگی میں ایسی جرأت مند آوازوں کی جو یہ پوچھنے کی ہمت کریں کہ کیا ہم واقعی یوں ہی چلتے رہنا چاہتے ہیں۔ اس نظام کے اصول بیان کرنے والی ایک فلم، شہریوں، ماہرین اور کارکنوں کو اکٹھا کرنے والا گفتگو کا ایک سلسلہ، ایک ایسا تدریسی مواد جو بچوں سے حقائق رٹوانے کے بجائے مستقبل پر بات کرائے، اسی طرح آغاز ہوتا ہے۔

اس کے بعد روشنی کے میناروں کی تعمیر آتی ہے، ایسی ٹھوس جگہیں اور منصوبے جو دکھائیں کہ یہ ممکن ہے: گردشی معیشت کی طرف جانے والے شہر، ان اصولوں پر کام کرنے والے ادارے، نئے راستے آزمانے والے اسکول اور تحقیقی جال۔ ایک چھوٹا شہر اپنی فراہمی کو قابل تجدید ذرائع پر منتقل کرتا ہے، قرعے سے چنے گئے شہریوں والی ایک مجلس قائم کرتا ہے اور ایک ایسی مثال بن جاتا ہے جس کی تقلید ہوتی ہے۔ ایسی مثالیں حوصلہ دیتی ہیں، ثابت کرتی ہیں کہ تبدیلی محض نظریہ نہیں بلکہ عمل ہے، اور رفتار پیدا کرتی ہیں۔

جب کافی لوگ قائل ہو جائیں اور کافی مثالیں بوجھ اٹھائیں، تب جا کر نظام کی تبدیلی شروع ہوتی ہے: نئے قانونی ڈھانچے، نئی معاشی ترغیبات، نئے ادارے۔ یہ بھی راتوں رات نہیں ہوتا بلکہ مرحلہ وار، ناکامیوں کے ساتھ، نگرانی اور اصلاح کے ساتھ۔ ایک اصول کسی

آئین میں لکھا ہو سکتا ہے اور پھر بھی انتظامیہ، معیشت اور معاشرے کو اسے اپنانے میں برسوں لگتے ہیں۔ اسی لیے ہر قدم کے ساتھ رہنمائی، نگرانی اور ردعمل شامل ہیں۔ یوں SOLIS کی طرف منتقلی نسلوں پر پھیلا ہوا ایک منصوبہ ہے، شاید انسانیت کا اب تک کا سب سے بڑا منصوبہ۔

• دیانت دارانہ جائزہ

یہاں دو باتیں صاف صاف کہنی ضروری ہیں۔ پہلی، اس منتقلی کی کوئی ضمانت نہیں، اور اسے صرف جمود کا نہیں بلکہ حقیقی مزاحمت کا سامنا ہوتا ہے۔ دوسری، اور زیادہ مشکل: SOLIS طاقت اور دولت کو نئے سرے سے تقسیم کرتا ہے۔ جو موجودہ نظام کے تحت دونوں کو اپنے ہاتھ میں مرکوز رکھے ہوئے ہے، اپنی حفاظت کے لیے بنائے گئے اداروں سمیت، وہ دلیلوں سے نہیں ہلے گا، کیونکہ یہاں سمجھ نہیں بلکہ مفاد داؤ پر ہے۔ جو خاکہ یہ فرض کرے کہ طاقتوروں کو قائل کیا جا سکتا ہے، وہ سادہ لوح ہے، اور SOLIS یہ مفروضہ نہیں رکھتا۔ وہ جبر سے دستبردار ہوتا ہے، حقیقت پسندی سے نہیں۔ وہ خود سے غداری کیے بغیر اس مزاحمت سے کیسے نمٹتا ہے، یہ کرداروں اور مزاحمتوں والے حصے کا موضوع ہے۔

تبدیلی کے مراحل

SOLIS کی طرف تبدیلی کوئی اچانک انقلاب نہیں بلکہ ایک ریلے دوڑ ہے، جس میں مراحل ایک دوسرے پر استوار ہوتے اور ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔ ترتیب یہاں مین مانی نہیں بلکہ ایک اندرونی منطق کی پیروی کرتی ہے۔ شروع میں تعلیم ہے، کیونکہ پیچیدہ سوچنے، اخلاقی غور کرنے اور تخلیقی عمل کرنے کی صلاحیت کے بغیر ہر بعد کی اصلاح بے نتیجہ رہتی ہے۔ یہ تعلیم صرف یونیورسٹیوں میں نہیں بلکہ ابتدائی بچپن میں شروع ہوتی ہے، اور وہ لوگوں کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ تبدیلی کی تشکیل کر سکیں۔ اس کے بعد معیشت آتی ہے، سب سے طاقتور لیور کے طور پر۔ ترغیبات قلیل مدتی منافع سے ہٹ کر دیرپا، سماجی اور ماحولیاتی طور پر بامعنی معیشت کی طرف جاتی ہیں، اور محض منافع کی منطق کی جگہ اداروں کی ایک بدلی ہوئی ثقافت آتی ہے، شرکت، اخلاقی مقاصد، معاشرے اور کرۂ ارض کے سامنے ذمہ داری۔ جب معیشت بدلتی ہے تو طاقت کے نظام کو بھی ساتھ چلنا ہوتا ہے، تاکہ سیاسی اور ادارہ جاتی ڈھانچے تبدیلی کا بوجھ اٹھا سکیں: زیادہ شفافیت، زیادہ اخلاقی نگرانی، زیادہ شرکت، اور رفتہ رفتہ حلقے کے وہ ادارے شکل اختیار کرتے ہیں جنہیں یہ تصنیف بیان کرتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ نرم عوامل پر کام ہوتا ہے، اقدار، کہانیوں اور کامیابی، خوشی اور معنی کی سمجھ پر، کیونکہ SOLIS میں کامیاب انسان سب سے امیر نہیں بلکہ وہ ہے جو اجتماعیت کے لیے کوئی دیرپا چیز بنائے۔ آخر میں ایک مقامی منصوبہ ایک عالمی عمل بن جاتا ہے، جو ایک دوسرے سے سیکھتا ہے، اختلافات کا احترام کرتا ہے اور مشترکہ اصول بانٹتا ہے۔

تاکہ یہ کامیاب ہو، ایسے لائحہ عمل کی ضرورت ہے جو مراحل، ترجیحات اور ذمہ داریاں طے کریں، ایسے معاون تعلیمی اور ثقافتی پروگراموں کی جو لوگوں کو محض متاثرین کے بجائے شریک بنائیں، ثابت شدہ چیزوں کو پھیلانے کے واضح راستوں والے تجرباتی منصوبوں کی، اور ایسے پلیٹ فارموں کی جن کے ذریعے علم اور وسائل بانٹے جائیں۔ یوں تبدیلی افراتفری نہیں بلکہ ایک شعوری، مل کر اٹھایا جانے والا عمل بنتی ہے۔

کردار، ذمہ داریاں اور مزاحمتیں

SOLIS کی طرف تبدیلی خود بخود نہیں ہوتی بلکہ انسان اسے اٹھاتے ہیں۔ یہاں تین کردار مرکز میں ہیں۔ پیش رو وہ جرأت مند پہلے لوگ

ہیں جو نئے خیالات آزماتے ہیں، اکثر دھارے کے خلاف اور خطرہ مول لے کر: سماجی کاروباری، مقامی برادریاں، اساتذہ اور فنکار، جو اسے جی کر دکھاتے ہیں جو پہلے محض نظریہ ہوتا ہے، اور یوں رفتار پیدا کرتے ہیں۔ پل بنانے والے کم نظر آتے ہیں مگر ناگزیر ہیں۔ وہ اسے جوڑتے ہیں جو ورنہ الگ رہتا، شہری اور سیاست، سائنس اور معیشت، جوان اور بوڑھے۔ وہ دنیاؤں کے درمیان ترجمانی کرتے ہیں اور ایسی جگہیں بناتے ہیں جہاں مختلف مفادات والے لوگ مل کر حل پر کام کریں۔ آخر میں نگہبان اخلاق اور قانون کی حفاظت کرتے ہیں۔ اخلاقیات کونسلیں، محتسب اور بے ضابطگیوں کو بے نقاب کرنے والوں کے پلیٹ فارم یقینی بناتے ہیں کہ تبدیلی اندھا دھند یا بے پروائی سے نہ چلے، کمزوروں کی حفاظت کرتے ہیں اور SOLIS کو اس کے اپنے دعوے پر قائم رکھتے ہیں۔

• ہر مزاحمت ایک جیسی نہیں

جہاں حرکت ہے، وہاں مزاحمت ہے، مگر وہ ایک قسم کی نہیں۔ مزاحمت کا ایک حصہ ایک جائز اشارہ ہے۔ وہ دکھاتا ہے کہ کہاں لوگ ڈرتے ہیں، کہاں مفادات کا حقیقی ٹکراؤ ہے یا کہاں کسی کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اگر پائیدار شہری ترقی کا کوئی تجرباتی منصوبہ کرائے بڑھنے کی وجہ سے احتجاج کا سامنا کرے، تو یہ اسے روکنے کی وجہ نہیں بلکہ اس

بات کی نشاندہی ہے کہ سماجی توازن غائب ہے۔ ایسی مزاحمت کو سنا جاتا ہے اور بہتر حل میں ڈھالا جاتا ہے۔ مگر مزاحمت کا ایک اور حصہ بہتری کا اشارہ نہیں بلکہ ان لوگوں کی طرف سے مراعات کا دفاع ہے جو طاقت اور دولت کھو رہے ہیں، اور وہ مکالمے سے ختم نہیں ہوتا، کیونکہ وہ کسی غلط فہمی پر قائم نہیں۔ دونوں قسموں کو ایک سمجھنا ہی وہ سادہ لوحی ہے جس پر بڑے بڑے خاکے ناکام ہوئے۔ SOLIS ان میں فرق کرتا ہے اور ہر ایک کا سامنا اس کے اپنے طریقے سے کرتا ہے۔ ہر کوئی قائل نہیں ہوگا، اور ہر کوئی ساتھ نہیں چلے گا۔ مگر ہر ایک کو سنے جانے اور احترام پانے کا موقع ملتا ہے۔

اجازت کے بجائے متوازی تعمیر

چونکہ طاقتور اپنی طاقت نہیں چھوڑیں گے، اس لیے SOLIS ان کی رضامندی کا انتظار نہیں کرتا۔ اس کی حکمت عملی موجودہ طاقت کے مراکز پر قبضہ کرنا نہیں۔ اس کی حکمت عملی ایسے متوازی ڈھانچے بنانا ہے جو سیدھے سیدھے بہتر کام کریں، امداد باہمی کے ادارے، مشترکہ وسائل سے فراہمی، قرعے سے چنے گئے شہریوں والی مجلسیں، کھلے علمی جال اور مضبوط، وسیع رسدی زنجیریں، اور انہیں بڑھنے دینا، یہاں تک کہ وہ پرانے ڈھانچوں سے آگے نکل جائیں اور انہیں اپنے اندر سمو لیں۔ یوں منتقلی قبضے سے کم اور پرانے کو غیر ضروری بنا دینے سے

زیادہ جیتی جاتی ہے۔ جہاں نیا نظام سیدھے سیدھے انسانوں کی بہتر خدمت کرتا ہے، وہاں پرانا اپنی گرفت کھو دیتا ہے۔ یہ کوئی چکر دار راستہ نہیں بلکہ اصل راستہ ہے، کیونکہ اسے اس جبر کی ضرورت نہیں جسے SOLIS رد کرتا ہے، اور وہ نئے نظام کی بنیاد اس پر رکھتا ہے جو وہ کر دکھاتا ہے، اس پر نہیں جو وہ فتح کرتا ہے۔

• خطروں کا نام لے کر ذکر

یہ راستہ ناکام ہو سکتا ہے، اور خطروں کا نام لینا خود ان سے بچاؤ ہے۔ پہلا خطرہ قبضہ ہے: کہ نئے ادارے انہی مفادات کے ہاتھ آ جائیں جن کی جگہ انہیں لینی تھی۔ اس کا مقابلہ طاقت کا نظام، قرعہ اندازی، گردش اور برطرفی کا حق کرتے ہیں، جو مستقل تصرف کو میکانکی طور پر مشکل بناتے ہیں۔ دوسرا معاشی گلا گھونٹنا ہے: کہ SOLIS کا کوئی جزیرہ، ایک دشمن منڈی میں گھرا ہوا، بھوکا مار دیا جائے یا قیمتوں میں پچھاڑ دیا جائے۔ اس کا مقابلہ سرحد کی قابو شدہ جھلی اور الگ تھلگ انفرادی کوششوں کے بجائے مضبوط، جڑے ہوئے اور تعاون پر مبنی ڈھانچوں کی تعمیر کرتی ہے۔ تیسرا کھوکھلا کرنا ہے: کہ SOLIS کی زبان تو اپنا لی جائے مگر اس کا مواد کھوکھلا کر دیا جائے۔ اس کا مقابلہ بنیادی حقوق کی قابل پیمائش نگرانی اور شہریوں کی شعوری بلوغت کرتی ہے، جو اس کھوکھلے پن کو پہچان لیتی ہے۔

چوتھا واپسی ہے: کہ وقت کے ساتھ نظام گھس جائے۔ اس کا مقابلہ گہری شہری تعلیم اور جمود کا ساختی طور پر ناممکن ہونا کرتے ہیں۔ جو معاشرہ ان خطروں پر نظر رکھے، اسے ان کے ذریعے ہرانا کہیں زیادہ مشکل ہے۔

• جبر نہیں، مگر دفاع

آخر میں ایک فرق لاگو ہوتا ہے جو فیصلہ کن ہے۔ SOLIS حملے اور طاقت کے زور پر اپنے قیام سے دستبردار ہوتا ہے۔ اسے کسی تختہ الٹنے سے نصب نہیں کیا جاتا اور وہ ناراضوں کو مجبور نہیں کرتا۔ مگر جبر سے دستبرداری کا مطلب دفاع سے دستبرداری نہیں۔ جس معاشرے نے کوئی منصفانہ چیز تعمیر کی ہو، وہ رواداری کے نام پر اسے تباہ، سبوتاژ یا اغوا ہونے دینے کا پابند نہیں۔ حد وہی ہے جو سلامتی والے باب میں ہے: حملہ ممنوع ہے، دفاع جائز ہے۔ SOLIS جو تعمیر کرتا ہے، اس کی حفاظت ان کے خلاف کرتا ہے جو اسے گرانا چاہیں، خود وہ حملہ آور بنے بغیر جسے وہ رد کرتا ہے۔

پرانی دولت کا کیا ہوتا ہے

منتقلی کا سب سے مشکل سوال اس کے بارے میں ہے جو پہلے سے موجود ہے: کروڑپتی کا گھر، کارپوریشن کا سرمایہ، وہ زمین جو تین نسلوں سے ایک خاندان کی ملکیت ہے، وہ قرض جو کسی دست کار نے کسی بینک سے لیا۔ جو خاکہ اس سے کترائے، وہ محض ایک کچا نقشہ رہتا ہے۔ SOLIS اس کا جواب ایک اصول اور چار قواعد سے دیتا ہے۔ اصول یہ ہے: کسی سے کچھ اس لیے نہیں لیا جاتا کہ وہ اس کے پاس ہے، مگر کوئی چیز اس لیے طاقت نہیں رہتی کہ وہ کبھی طاقت تھی۔ منتقلی ضبطی نہیں کرتی بلکہ طاقت سے محروم کرتی ہے، اور وہ یہ وہاں کرتی ہے جہاں شہریوں نے نظام کو قبول کیا ہو، کبھی باہر سے نہیں اور کبھی راتوں رات نہیں۔

پہلا قاعدہ ذاتی ملکیت کے لیے ہے۔ جس گھر میں کوئی رہتا ہے، جو ورکشاپ وہ چلاتا ہے، جو زمین کوئی خاندان کاشت کرتا ہے، وہ انہی کے پاس رہتی ہے، ملکیت کے طور پر یا استعمال کے مستقل حق کے طور پر، جہاں زمین خود مشترکہ وسیلہ بن جائے۔ جو زمین اب بیچ نہیں سکتا، وہ پھر بھی اس پر تعمیر کر سکتا ہے، اس میں رہ سکتا ہے اور اسے اپنے بچوں کو سونپ سکتا ہے۔ دوسرا قاعدہ نقد دولت

کے لیے ہے۔ اسے ایک عوامی شرح پر قدری پوائنٹس میں بدلا جاتا ہے، دور اندیشانہ بچت کی دہلیز تک۔ جو اس سے اوپر ہو، وہ ضائع نہیں ہوتا بلکہ بدل جاتا ہے: پیداواری فنڈ کے حصوں میں، جو سابق مالک کو عمر بھر قدری پوائنٹس میں آمدنی کی ضمانت دیتے ہیں، مگر نہ کوئی ووٹ، نہ کوئی اختیار اور نہ فروخت کا حق۔ دولت کو اچھی زندگی کے حق کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور دوسروں پر لیور کے طور پر ختم کیا جاتا ہے۔ تیسرا قاعدہ کمپنیوں کے لیے ہے۔ وہ ادارے بن جاتی ہیں۔ ملازمین شریک بن جاتے ہیں، قیادت ایک میعادی عہدہ بن جاتی ہے، اور سابق مالکان کو اپنے سرمائے کے بدلے کسی اور کی طرح اسی قاعدے کے مطابق فنڈ کے حصے ملتے ہیں۔ مشینیں، عمارتیں اور علم وہیں رہتے ہیں جہاں ان کی ضرورت ہے، ادارے میں۔ چوتھا قاعدہ قرضوں کے لیے ہے۔ نظام کے اندر انسانوں اور اداروں کے درمیان قرض ایک منصفانہ حد تک قدری پوائنٹس میں ادا کیے جاتے ہیں اور اس سے آگے ختم ہو جاتے ہیں، کیونکہ سود کے بغیر کوئی نظام سودی قرضوں کو جاری نہیں رکھ سکتا۔ بیرونی دنیا کے قرض وہی رہتے ہیں جو وہ ہیں، اور جھلی کے ذریعے حتی الوسع ادا کیے جاتے ہیں، تاکہ نیا نظام دھوکے باز کے طور پر شروع نہ ہو۔

یہ قواعد مرحلہ وار لاگو ہوتے ہیں، بڑھاپے کے تحفظ کی طرح: ایک طویل مدت کے ساتھ جس میں دونوں نظام ساتھ ساتھ چلتے ہیں، اور

ان لوگوں کے لیے ضمانت شدہ کم از کم حدوں کے ساتھ جنہوں نے اپنی زندگی پرانے نظام کے تحت منصوبہ بند کی۔ اور یہ ہر اس شخص کے لیے چھوڑ جانے کے حق کے ساتھ لاگو ہوتے ہیں جو حلقہ بند ہونے کے بجائے امیر رہنا پسند کرے۔ جو جاتا ہے، وہ وہ ساتھ لے جاتا ہے جو اٹھا سکے، اور وہ پیچھے چھوڑ جاتا ہے جو نظام کا ہے: زمین، پانی، طاقت۔ یوں منتقلی نہ لوٹ مار بنتی ہے نہ موجودہ حالت کے سامنے ہتھیار ڈالنا۔ وہ پرانی دولت کا ایک ایسی زبان میں ترجمہ ہے جس میں وہ اب کسی پر حکمرانی نہیں کرتی۔

ابلاغ اور قائل کرنا

کوئی خیال، چاہے کتنا ہی اچھا ہو، ابلاغ کے بغیر زندہ نہیں رہتا، کیونکہ انسانوں کو سمجھنا ہوتا ہے کہ بات کیا ہے، محسوس کرنا ہوتا ہے کہ یہ ان سے متعلق ہے، اور دیکھنا ہوتا ہے کہ وہ اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے SOLIS میں ابلاغ کوئی ضمیمہ یا اشتہار کی مشین نہیں بلکہ تبدیلی کا دل ہے۔ وہ جوڑتا ہے، سمجھاتا ہے، حوصلہ دیتا ہے اور حرکت میں لاتا ہے۔

سب سے بڑھ کر وہ صرف یہ نہیں سمجھاتا کہ کیا ہو رہا ہے، بلکہ یہ بھی کہ کیوں۔ آج اکثر اصلاحات زبردستی نافذ کی جاتی ہیں اور قوانین منظور کیے جاتے ہیں، بغیر اس کے کہ لوگ ان کا مطلب سمجھیں، جو بداعتمادی اور سمٹ جانے کو غذا دیتا ہے۔ اسی لیے SOLIS ہمیشہ یہ سوالات بھی جواب دیتا ہے کہ کس لیے اور کس معنی میں۔ جب کوئی شہر قابل تجدید توانائی کی طرف جاتا ہے تو صرف تکنیکی تفصیلات نہیں بتائی جاتیں۔ یہ سمجھایا جاتا ہے کہ یہ تبدیلی کیوں ضروری ہے، طویل مدت میں اس کا کیا مطلب ہے اور ہر فرد کیا کردار ادا کرتا ہے۔ یہ ابلاغ سب سے مخاطب ہے، صرف اشرافیہ سے نہیں، مزدور خاتون سے، نوجوان سے، پنشن یافتہ سے، اکیلے بچے پالنے والی ماں سے اور کاروباری خاتون سے بھی، واضح، محتاط زبان میں اور ماہرین کی اصطلاحات کے بغیر۔ وہ تمام ذرائع استعمال کرتا ہے، روایتی ذرائع ابلاغ اور ڈیجیٹل سے لے کر مقامی تقریبات اور فن کے وسائل تک۔ اسی لیے کسی شہر میں تبدیلی صرف کسی انتظامی حکم سے شروع نہیں ہوتی بلکہ موسیقی، گفتگو اور مشترکہ تجربے کے ایک جشن سے بھی۔

آخر میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ابلاغ مکالمے کی صورت میں چلتا ہے، اوپر سے نیچے نہیں۔ مقصد پیغامات کا اعلان کرنا نہیں بلکہ ایسی جگہیں بنانا ہے جہاں سوال پوچھے جا سکیں، شکوک ظاہر کیے جا سکیں

اور تجاویز دی جا سکیں۔ ان میں ذمہ دار لوگ عوام سے بات کرتے ہیں، ان کے بارے میں نہیں، غلطیوں اور بے یقینیوں پر بھی کھل کر، بند کمروں اور رازداری کے بغیر۔ اسی لیے کوئی نیا قانون صرف سمجھایا نہیں جاتا۔ ایک کھلا مرحلہ ہوتا ہے جس میں شہری سوال کرتے ہیں، تشکیل میں شریک ہوتے ہیں اور خدشات ظاہر کرتے ہیں۔ یوں ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جو تبدیلی کو جھیلتا نہیں بلکہ مل کر اٹھاتا ہے۔

بین الاقوامی پھیلاؤ اور مطابقت

SOLIS کوئی تیار سانچا نہیں جسے دنیا پر چڑھا دیا جائے، کیونکہ ہر معاشرے کی اپنی تاریخ، اپنی علامتیں اور اپنے وسائل، طاقتیں اور زخم ہیں۔ اسی لیے وہ خود کو برآمدی مال نہیں بلکہ ایک کھلا، ڈھل جانے والا نمونہ سمجھتا ہے۔ وہ بنیادیں اور ایک اخلاقی ڈھانچا پیش کرتا ہے، مگر ٹھوس صورت مقامی طور پر بنتی ہے۔ پانچ بنیادیں ہر جگہ ایک جیسی رہتی ہیں۔ وہ ریڑھ کی ہڈی ہیں جو ناقابل سودا ہے۔ جو مختلف ہے، وہ کیسے ہے۔ کون سے ادارے بنائے جائیں، کون سے راستے اختیار کیے جائیں اور کون سی علامتیں اور رسومات نظام

کو سہارا دیں، یہ متعلقہ معاشرے پر منحصر ہے۔ کسی قبائلی برادری میں روایتی علمی نظاموں کا تحفظ مرکز میں ہے، کسی صنعت کے بعد کے شہری علاقے میں سماجی اور تکنیکی اختراع، کسی جنگ زدہ خطے میں حلقے کے اداروں کے بننے سے پہلے مضبوطی کی تعمیر۔ یوں ہر معاشرہ اس ڈھانچے کو اپنی حقیقت سے بھرتا ہے، بجائے اس کے کہ اس پر کوئی اجنبی نمونہ مسلط کیا جائے۔

تاکہ SOLIS الگ تھلگ جزیروں میں نہ بکھر جائے، جال الگ الگ راستوں کو جوڑتے ہیں۔ ان کے ذریعے علم بانٹا جاتا ہے: کون سے طریقے ثابت ہوئے، کہاں ناکامیاں ہوئیں اور ان سے کیا سیکھا جائے۔ وسائل اس طرح تقسیم کیے جاتے ہیں کہ غریب خطوں کو بھی برابر کے مواقع ملیں، اور معیارات ہم آہنگ کیے جاتے ہیں، تاکہ ماحولیاتی اور انسانی حقوق کے اصول ہر جگہ لاگو ہوں، چاہے ان پر عمل مختلف طریقے سے ہو۔ SOLIS کے مطابق جینے والی برادریوں کا ایک جال تمام براعظموں میں تبادلہ خیال کرتا ہے، مشترکہ منصوبے چلاتا ہے اور تجربات بانٹتا ہے، مقامی خصوصیات کو مٹائے بغیر۔ ایسے بہت سے نظاموں سے ایک عالمی نظام کیسے بنتا ہے، بغیر اس کے کہ اس کے اوپر کوئی حکمران پیدا ہو، یہ اگلا باب کھول کر بیان کرتا ہے۔

راستے کو کس پیمانے سے ناپا جائے

جو نظام اپنا نام تو رکھے مگر اپنا مواد کھو دے، وہی مذکورہ تیسرا خطرہ ہے، اور اس کے خلاف صرف ایک چیز مدد دیتی ہے: ایسے پیمانے جن سے کسی بھی وقت جانچا جا سکے کہ کوئی منصوبہ اب بھی SOLIS ہے یا صرف اس کا نام رکھتا ہے۔ وہ سادہ ہیں، اور ہر کوئی انہیں استعمال کر سکتا ہے۔ کیا ہر ایک کے لیے بنیادی فراہمی یقینی ہے، اور کیا بنیادی حقوق کی نگرانی زندگی کی حقیقت میں ان کی تکمیل کو ناپتی ہے؟ کیا طاقت استعمال کرنے والے ہر ادارے میں ایک حصہ ہے جسے قرعہ بھرتا ہے، مدت کی ایک حد اور برطرفی کا ایک حق؟ کیا فیصلے، رقوم کا بہاؤ اور اثر و رسوخ کھلے طور پر دیکھے جا سکتے ہیں، اور کیا ساتھ ہی فرد کی زندگی نجی رازداری کے تحفظ میں ہے؟ کیا کوئی دہلیز سے آگے قدری پوائنٹس جمع نہیں کر سکتا، کیا پوائنٹس کی مقدار ایک عوامی عدد ہے، اور کیا سرمائے کی تقسیم کئی آزاد راستوں سے ہوتی ہے؟ کیا ماحولیاتی لاگت ہر قیمت میں شامل ہے، اور کیا اجتماعیت کرۂ ارض سے اس سے کم لیتی ہے جتنا اسے لوٹاتی ہے؟ کیا تعلیم خود نظام پر سوال اٹھانا سکھاتی ہے، اور کیا اس پر تنقید کو واضح تحفظ حاصل ہے؟ کیا جو نہ رہنا چاہے، وہ جا سکتا ہے؟

جہاں ان میں سے کسی ایک سوال کا جواب نہیں میں دینا پڑے، وہاں راستہ چھوڑ دیا گیا ہے، چاہے وہ کتنا ہی SOLIS جیسا لگے۔ جہاں سب کا جواب ہاں میں دیا جا سکے، وہاں SOLIS ہے، چاہے وہ اس کتاب سے کتنا ہی مختلف دکھائی دے۔ کیونکہ اس نظام کی پہچان اس کی صورت نہیں بلکہ وہ ہے جو وہ یقینی بناتا ہے: ایک ایسی طاقت جو کسی کی ملکیت نہیں، ایک ایسی خوشحالی جو کسی کو باہر نہیں کرتی، ایک ایسا سیارہ جو رہنے کے قابل رہتا ہے، اور ایک ایسا انسان جو ان سب کو جانچنے کے لیے آزاد ہے۔

باب

13



عالمی نظام: قوموں کے درمیان

SOLIS

مارا کا کزن توماس دس برس پہلے چلا گیا تھا، ایک ایسے نظام میں جہاں امیر بنا جا سکتا تھا۔ وہ ہر گرمی میں ملنے آتا تھا، ایسے تحفوں کے ساتھ جو یہاں کوئی خرید نہیں سکتا تھا، اور ایک ایسی نگاہ کے ساتھ جو ہر سال دریا پر کچھ زیادہ دیر ٹھہرتی تھی۔ اسی گرمی میں مارا علاقے کی نمائندہ کے طور پر ملکوں کی مجلس میں بیٹھی تھی جب سیاروی دفاع نے اپنی سالانہ مشق کی اطلاع دی: ایک چٹانی ٹکڑا، دو سال کی دوری پر، تین نظام جو مل کر نشانہ باندھ رہے تھے۔ اس میں سے کچھ بھی کسی کی ملکیت نہیں تھا۔ یہی مقصد تھا۔

اس دور کے سب سے بڑے خطرات کسی سرحد کی پابندی نہیں کرتے۔ آب و ہوا کی تبدیلی، کوئی نئی وبا، کوئی بے لگام ٹیکنالوجی، خلا سے آنے والا کوئی خطرہ انسانیت کو مجموعی طور پر نشانہ بناتے ہیں اور کوئی ایک ملک اکیلے انہیں نہیں ٹال سکتا۔ اسی لیے جو نظام صرف اندر کی طرف سوچا گیا ہو، وہ نامکمل رہتا۔ یہ باب پوچھتا ہے کہ SOLIS دنیا کے ساتھ کیسا رویہ رکھتا ہے: بہت سے معاشرے کیسے مل کر کام کرتے ہیں، بغیر اس کے کہ ان کے اوپر کوئی نیا حکمران پیدا ہو، اور انسانیت سیاروی معاملات کو مل کر کیسے اٹھاتی ہے، اپنا تنوع چھوڑے بغیر۔

سیاروی سطح پر حلقہ

عالمی مسائل کا آسان جواب ایک عالمی حکومت ہوتی، اور وہ سب سے خطرناک چوٹی ہوتی۔ جو ایک ریاست کے لیے سچ ہے، وہ کرۂ ارض کے لیے اور بھی زیادہ سچ ہے۔ جہاں کوئی اعلیٰ ترین اتھارٹی پیدا ہو، وہاں قبضے کا اعلیٰ ترین ہدف پیدا ہوتا ہے، اور کوئی دوری اسے پہلے کے ہر تخت سے زیادہ محفوظ نہ بناتی۔ یہاں بھی SOLIS اہرام کا نہیں بلکہ تہ در تہ ترتیب کا انتخاب کرتا ہے۔ نظام کئی تہوں میں بنا

ہے، محلے سے علاقے اور ملک سے ہوتے ہوئے سیاروی سطح تک، اور ہر سطح خود ایک حلقہ ہے: مجلس، دفاتر، اخلاقیات کونسل، عدلیہ اور احتسابی ادارے کے ساتھ، جزوی طور پر قرعے سے، بدلتی رکنیت والا، قابل برطرفی، شفاف، بے چوٹی۔ اس کے اوپر نچلی سطح کی ترجیح کا اصول اپنی سخت صورت میں ہے۔ اوپر کی سطح صرف وہی کر سکتی ہے جو نچلی سطح واقعی نہیں کر سکتی۔ یوں سیاروی سطح کے لیے صرف وہی رہ جاتا ہے جو حقیقتاً سیاروی ہے۔ باقی سب کچھ انسانوں کے زیادہ قریب کا معاملہ ہے۔ یوں عالمی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے، مگر کوئی عالمی حکمران نہیں۔

سیاروی معاملات جو صرف مل کر کامیاب ہوتے ہیں

مگر کچھ کام ایسے ہیں جنہیں صرف پوری انسانیت حل کر سکتی ہے۔ آب و ہوا کوئی سرحد نہیں جانتی، ایک جرثومہ ہر دیوار پھلانگ جاتا ہے، ایک ہاتھ میں موجود طاقتور مصنوعی ذہانت سب کے لیے خطرہ ہے، اور کوئی سیارچہ قوموں میں فرق نہیں کرتا۔ ان چند مگر فیصلہ کن صورتوں کے لیے SOLIS ایک سیاروی دفاع بناتا ہے: مشترکہ پیشگی

انتباہ، مشترکہ صلاحیتیں، مشترکہ قواعد۔ اس میں الگ الگ نظاموں کا زمین کا دفاع یکجا ہوتا ہے، اور وہ خود بھی حلقہ بند ہے اور کسی ایک طاقت کی ملکیت نہیں۔ انسانیت کے انجام سے تحفظ وہ واحد کام ہے جسے کوئی خود مختاری اپنے لیے نہیں رکھ سکتی، اور ساتھ ہی وہ واحد کام جسے کوئی طاقت اپنے عروج کے بہانے کے طور پر استعمال نہیں کر سکتی۔ اسی لیے سیاروی دفاع بھی قرعہ اندازی، گردش اور جواب دہی کے تحت ہے۔ وہ مشترکہ وسائل جو سب کے ہیں، فضا، سمندر، خلا کا ورثہ، اسی سطح پر چلائے جاتے ہیں، انہی قواعد کے مطابق جو علاقے میں پانی صاف کرنے کے پلانٹ کے لیے ہیں۔

عالمی انصاف

ایک مشترکہ سیارہ ایک مشترکہ انصاف کا تقاضا کرتا ہے۔ جو وسائل سب کے ہیں، ان پر چند لوگ قبضہ نہیں کر سکتے۔ ان کی آمدنی پوری انسانیت کے کام آتی ہے، صرف پہلے ہاتھ ڈالنے والوں کے نہیں۔ جہاں دولت ماضی کی ناانصافی پر قائم ہو، وہاں اس کی تلافی انصاف کا حصہ ہے، ہمیشہ کے قرض کے طور پر نہیں بلکہ ایک دیانت دارانہ حساب کتاب کے طور پر۔ خوشحال خطوں پر ایک خاص فرض ہے،

کیونکہ ذمہ داری صلاحیتوں اور وسائل کے مطابق ناپی جاتی ہے۔ اور کوئی معاشرہ اپنی خوشحالی کی بنیاد کسی دوسرے کے استحصال پر نہیں رکھ سکتا۔ SOLIS میں تنوع ایک ایسی طاقت ہے جس سے سیکھا جاتا ہے، قوموں کے درمیان فرق کا بہانہ نہیں۔

وابستگی اور نقل مکانی

کون کسی برادری کا حصہ ہے اور اس میں کیسے شامل ہوا یا اسے کیسے چھوڑا جاتا ہے، یہ ہر نظام کے مرکز کو چھوتا ہے۔ SOLIS یہاں دو چیزوں کو ساتھ رکھتا ہے۔ ایک طرف چھوڑ جانے کا حق۔ کوئی انسان کسی نظام سے زنجیر میں بندھا نہیں، چاہے وہ کتنا ہی منصفانہ کیوں نہ ہو۔ جو ہجرت کرنا یا اختلاف کی اپنی برادری قائم کرنا چاہے، وہ ایسا کر سکتا ہے، حد صرف یہ ہے کہ کوئی دوسروں کو نقصان پہنچانے یا اجتماعی زندگی کو تباہ کرنے کے لیے الگ نہیں ہو سکتا۔ یہی قابو شدہ جھلی ہے، انسانوں پر لاگو کی گئی۔ وہ جائز اختلاف کو گزرنے دیتی ہے اور صرف اس رخنے کو بند کرتی ہے جس سے کوئی باہر سے نظام کو کمزور کر سکتا۔ دوسری طرف آنے کا حق۔ نقل مکانی کو خطرہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ منظم اور انسانی طریقے سے ترتیب دیا جاتا ہے، پناہ ڈھونڈنے

والوں اور قبول کرنے والی برادریوں دونوں کی ذمہ داری کے ساتھ۔ جو آتا ہے، اسے پہلے دن سے بنیادی فراہمی اور بنیادی حقوق ملتے ہیں، اور انتظار گاہوں کے بجائے زبان اور حصہ داری تک رسائی۔ جو قبول کرتا ہے، اسے وہ وسائل ملتے ہیں جن سے قبولیت پائیدار ہو۔ یہاں شمولیت یک طرفہ راستہ نہیں۔ دونوں فریق سیکھتے ہیں، اور تنوع کا احترام کیا جاتا ہے، مگر پانچ بنیادوں کی قیمت پر نہیں۔ جس نظام کو چھوڑا جا سکے، اسے اپنی کارکردگی سے قائل کرنا پڑتا ہے، باہر نکلنے کے دروازے پر تالا لگا کر نہیں۔

ایک ملی جلی دنیا میں بقا

SOLIS کسی خالی دنیا میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ ایسی طاقتوں کے ساتھ ساتھ جو اس کے اصولوں میں شریک نہیں۔ جو معاشرہ خود کو ماحولیاتی اور اخلاقی طور پر پابند کرے، جبکہ دوسرے ایسا نہ کریں، اس کی مثال کے اثر کرنے سے پہلے ہی اسے روندا یا قیمتوں میں پچھاڑا جا سکتا ہے۔ SOLIS اس کا مقابلہ نہ پیچھے ہٹ کر کرتا ہے نہ حملہ کر کے، بلکہ اتحاد کے ذریعے: ہم خیال خطوں کے اتحاد، باہمی دفاع، مضبوط اور جڑی ہوئی رسدی زنجیریں، بانٹا ہوا علم۔ باہر کی طرف وہ کئی قطبوں

والی دنیا کی حمایت کرتا ہے۔ کوئی بلاک سب پر حاوی نہیں ہو سکتا، خطے اور ثقافتیں خود مختار اور ساتھ ہی جڑی رہتی ہیں، اور توازن باہمی انحصار، احترام اور واضح حدوں سے پیدا ہوتا ہے: افراتفری کے بغیر تنوع، محکومی کے بغیر نظم۔ باہر کی طرف اس کا راستہ وہی ہے جو اندر کی طرف، پرانے کو غیر ضروری بنا کر جیت۔ جہاں نیا نظام نمایاں طور پر انسانوں کی بہتر خدمت کرے، وہاں پرانا اپنی گرفت کھو دیتا ہے۔ تب تک SOLIS جو اس نے بنایا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، خود حملہ آور بنے بغیر۔

ایک متحد مگر یکساں نہیں انسانیت

ہدف نہ کوئی عالمی ریاست ہے اور نہ ٹکڑوں کی گدڑی، بلکہ ایک متحد مگر یکساں نہیں انسانیت۔ پانچ بنیادیں ہر جگہ لاگو ہوتی ہیں، وقار، توازن، زمین کے لیے ذمہ داری، علم و حکمت کا فروغ، طویل مدتی لچک۔ وہ مشترکہ مرکز ہیں جو ناقابل سودا ہے۔ جو مختلف ہے، وہ باقی سب کچھ ہے: اداروں کی صورت، ثقافت کی زبان، معنی تک کے راستے۔ SOLIS جتنا کم اچھی زندگی کا کوئی ایک تصور مسلط کرتا ہے، اتنی ہی مضبوطی سے اس پر قائم رہتا ہے جو تمام انسانوں میں مشترک ہے۔

ایک تنگ، مضبوط مرکز اور اس کے اوپر ایک بھرپور تنوع، یہی وہ نظام ہے جس میں انسانیت ایک ہو کر عمل کر سکتی ہے، بہت سے ہونے سے باز آئے بغیر۔ ہمارا مستقبل سب کا ہے، یا کسی کا نہیں۔

باب

14



خلاصہ اور آگے کی نظر

ایک نظر میں پانچ بنیادیں

اس تصنیف کے آخر میں یہ سوال پوچھنا مفید ہے کہ SOLIS دراصل ہے کیا اور کیا چیز اسے دوسرے خاکوں سے الگ کرتی ہے۔ جواب یہ ہے: SOLIS نہ کوئی جامد قانون ہے، نہ کوئی ناقابل تبدیل منشور اور نہ کوئی تیار نمونہ جو کسی معاشرے پر چڑھا دیا جائے۔ یہ ایک سیکھنے والا، ارتقا پذیر نظام ہے، ایک ڈھانچا، ایک رویہ، ایک قطب نما، جسے ہر معاشرے اور ہر نسل میں نئے سرے سے زندگی دینی ہوتی ہے۔ اپنی تمام لچک کے باوجود اسے پانچ بنیادیں جوڑے رکھتی ہیں، جو ایک سرخ دھاگے کی طرح تمام شعبوں سے گزرتی ہیں اور اس کی اخلاقی ریڑھ کی ہڈی بناتی ہیں۔

انسانی وقار صرف یہ تقاضا نہیں کرتا کہ کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے، بلکہ یہ کہ فعال طور پر یقینی بنایا جائے کہ ہر انسان پروان چڑھ سکے۔ یہ وہ مطلق فرش ہے جس کے نیچے کوئی توازن کا حساب نہیں پہنچتا، اور یہ اس کے لیے بھی ہے جو قصوروار ٹھہرا ہو۔ فرد اور اجتماعیت کا توازن اسے جوڑے رکھتا ہے جسے دوسرے نظام ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کرتے ہیں۔ ذمہ داری کے بغیر آزادی بے لحاظ ہے، آزادی کے بغیر ذمہ داری جبر ہے، اور حقیقی آزادی وہاں

پیدا ہوتی ہے جہاں انسان اپنی ذمہ داری کو پہچانیں اور قائل ہو کر اسے پورا کریں۔ زمین کے لیے ذمہ داری زمین کو ایک ایسی زندہ دنیا بناتی ہے جس کا نقصان صرف کم ہی نہیں کیا جاتا بلکہ جسے شفا دی جاتی ہے، اور ہر فیصلے میں اسے آواز دیتی ہے۔ علم و حکمت کا فروغ نظام کی بنیاد بہترین علم پر اور اس قوت فیصلہ پر رکھتا ہے جو اس کی تعبیر جانتی ہو، اور اس پر کہ تمام علم کھلا ہو اور ہر اختیار سے سوال کیا جا سکے، اس سے بھی۔ آخر میں طویل مدتی لچک ہر اس چیز کو جسے بوجھ اٹھانا ہو، بکھرا ہوا، سیکھنے والا اور ڈھل جانے والا بناتی ہے، تاکہ نظام دباؤ سے ٹوٹنے کے بجائے مضبوط تر ہو کر نکلے۔

مگر یہ اقدار بے نتیجہ رہتیں اگر تصنیف ان کے ساتھ ادارے کھڑے نہ کرتی۔ سب سے مشکل سوال، یعنی طاقت کا سوال، SOLIS کسی اعلیٰ ترین ادارے سے نہیں بلکہ ایک بے چوٹی حلقے سے حل کرتا ہے، جو عوام میں لنگر انداز ہے اور قرعہ اندازی، گردش، برطرفی اور علم و فیصلے کی علیحدگی کے ذریعے مستقل قبضے سے محفوظ ہے۔ وہ معیشت کو نہ ختم کرتا ہے نہ ہمہ دانی سے اس کی منصوبہ بندی کرتا ہے، بلکہ منڈی کو حدوں میں باندھتا ہے: حق کے طور پر بنیادی فراہمی، ذخیرہ نہ ہو سکنے والے قدر کے ذریعے سے اختیاری اشیا، جن کی قیمتیں ماحولیاتی اور سماجی حدوں کے اندر غیر مرکزی اشاروں سے بنتی ہیں، اور ایک ایسا سرمایہ جو بہت سے ہاتھوں میں رہے۔ وہ عوامی

دائرے کی حفاظت کسی وزارت سچائی سے نہیں بلکہ ایک ایسے طریقہ کار سے کرتا ہے جس میں ثبوت کا بوجھ ہے، اپیل ہے اور یہ اٹل حد ہے کہ اسے کبھی خود SOLIS پر تنقید کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ اپنے شہریوں کو فرماں برداری کی طرف نہیں بلکہ شعوری بلوغت کی طرف ڈھالتا ہے، اس صلاحیت تک کہ اگر نظام اس کا مستحق ہو تو وہ اسے رد کر سکیں۔

ایک نظر میں اجزا

جس نے تصنیف پڑھی ہے، وہ اس کے اجزا کو ان کے سیاق سے جانتا ہے۔ یہاں وہ ایک بار پھر ساتھ ساتھ رکھے گئے ہیں، تاکہ خاکے کے ہر حصے کا ہر دوسرے حصے سے موازنہ کیا جا سکے، کیونکہ کوئی نظام تبھی درست بیٹھتا ہے جب اس کے حصے ایک دوسرے سے متصادم نہ ہوں۔

پانچ بنیادیں ناقابل سودا مرکز ہیں: وقار، توازن، زمین کے لیے ذمہ داری، علم و حکمت، لچک۔ باقی سب آزادی ہے۔

حلقہ طاقت کا نظام ہے: اداروں کا ایک بے چوٹی دائرہ، شہریوں میں لنگر انداز، محلے سے کرۂ ارض تک ہر سطح پر۔ جو اس میں بندھا ہو، وہ حلقہ بند ہے۔

مجلسیں اپنی سطح کے قوانین اور بجٹ طے کرتی ہیں، منتخب اور قرعے سے چنے گئے لوگوں کے امتزاج سے۔ **میعادی دفاتر** عمل درآمد کرتے ہیں، میعادی اور بدلتے ہوئے۔ **دانا کونسل** افق سے آگے سوچتی ہے اور حکم دیے بغیر مشورہ دیتی ہے۔ **اخلاقیات کونسلیں** بنیادوں کی روشنی میں جانچتی ہیں اور روک سکتی ہیں۔ **عدلیہ** سب کو پابند کرتی ہے، حلقے کے اداروں کو بھی۔ **شفافیت اور احتساب کا ادارہ** علم کو کھلا رکھتا ہے اور بنیادی حقوق پر نظر رکھتا ہے۔

شہری چار چیزوں کا فیصلہ خود کرتے ہیں: نظام کی منظوری، اس کے مرکز کو کسی بھی طرح چھونا، اس کے اداروں کی برطرفی، اور وہ سوالات جو ان کے سامنے رکھے جائیں یا کسی درخواست کے ذریعے ان تک کھینچ لائے جائیں۔ باقی سب کچھ مجلسیں طے کرتی ہیں۔

قرعہ، گردش، برطرفی اور علم و فیصلے کی علیحدگی قبضے کے خلاف چار اجزا ہیں۔ یہ ہر طاقت پر لاگو ہوتے ہیں، مسلح طاقت پر بھی، اجتماعی بینک پر اور سرمائے کی تقسیم پر بھی۔

وہ استثنا جو خود کو ختم کر لے ہنگامی حالت میں تیز عمل کی اجازت دیتا ہے: علانیہ، میعادی، تاریخ تنسیخ کے ساتھ، بعد میں جانچا ہوا اور بعد میں ختم کرنے کی پابندی کے ساتھ۔

حقوق ہر ایک کو بنیادی فراہمی کی ضمانت دیتے ہیں، رہائش، توانائی، خوراک، صحت، تعلیم، نقل و حرکت، کسی بدلے کے بغیر، اجتماعی حصے سے اٹھائی گئی۔ جہاں بنیادی سطح کی اشیا میں فرق ہو، وہاں فیصلہ ضرورت، ترتیب اور قرعہ کرتے ہیں، تعلق نہیں۔

قدری پوائنٹس حصہ داری کا معاوضہ دیتے اور اختیاری اشیا خریدتے ہیں: فرد سے بندھے ہوئے، سود سے پاک، ذخیرہ نہ ہو سکنے والے، سٹے سے پاک، ایسی قیمتوں کے ساتھ جو مقررہ ماحولیاتی حدوں کے اندر غیر مرکزی اشاروں سے بنتی ہیں۔ دور اندیشانہ بچت کی دہلیز تک بچت اور وراثت ممکن ہے، اس سے اوپر نہیں۔

پوائنٹس کی مقدار ایک عوامی عدد ہے۔ نئے پوائنٹس صرف اجتماعی بینک میں درج شدہ حصہ داری کے عوض بنتے ہیں، اور تین کھلے پیچ، گھنٹے کی بنیادی قدر، اجتماعی حصہ اور دہلیز، اسے پیدا ہونے والی اختیاری اشیا کے تناسب میں رکھتے ہیں۔

اجتماعی حصہ ہر جمع کا وہ حصہ ہے جو اجتماعی خزانوں کو بھرتا ہے، ایک دہلیز سے اوپر بڑھتا ہوا۔ یہ ٹیکس کی جگہ لیتا ہے اور ماخذ پر سادہ اور استعمال میں نمایاں ہے۔

ادارے شرکا کی برادریاں ہیں جن کا ایک ادارہ جاتی کھاتا ہے جو محفوظ ذخیرہ تو بناتا ہے مگر دولت نہیں۔ جال دار فنڈز سرمایہ بہت سے آزاد راستوں سے تقسیم کرتے ہیں، اور ایک حصہ انحراف کرنے والے کے لیے مخصوص رہتا ہے۔

جھلی باہر کی طرف قابو شدہ سرحد ہے۔ وہ حقیقی ضرورتوں کے لیے قدر کو اور جائز اختلاف والے انسانوں کو گزرنے دیتی ہے، اور اس رخنے کو بند کرتی ہے جس سے ذخیرہ اندوزی، طاقت یا تباہی اندر آتی۔

پرانی دولت کا ترجمہ منتقلی کو منظم کرتا ہے: ذاتی ملکیت باقی رہتی ہے، نقد دولت دہلیز تک قدری پوائنٹس اور اس سے اوپر ووٹ کے بغیر فنڈ کے حصوں میں بدلتی ہے، کمپنیاں ادارے بن جاتی ہیں، اور اندرونی قرض ایک منصفانہ حد سے اوپر ختم ہو جاتے ہیں۔

زندہ دنیا کے امین نظام کے اداروں کے سامنے ماحولیاتی نظاموں، جانوروں اور آنے والی نسلوں کو آواز دیتے ہیں۔

غیر متوازن شفافیت طاقت کو شفاف بناتی اور فرد کی حفاظت کرتی ہے۔ دفاتر، فنڈز، الگورتھم اور کارروائیاں کھلی ہیں، شہری کی زندگی نجی ہے۔

طریقہ ہائے کار کی حد ہر جگہ لاگو ہوتی ہے جہاں نظام مداخلت کر سکتا ہے۔ نہ عوامی دائرے کا جانچ کا طریقہ کار اور نہ سلامتی کا ڈھانچا کبھی SOLIS پر تنقید کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔

چھوڑ جانے کا حق اور خود SOLIS پر سوال اٹھانے کی شعوری بلوغت آخری حفاظتی انتظامات ہیں۔ جس نظام کو چھوڑا اور رد کیا جا سکے، اسے اپنی کارکردگی سے قائل کرنا پڑتا ہے۔

یہ بنیادیں اور اجزا محض ساتھ ساتھ نہیں کھڑے۔ یہ معاشرے، قانون، سلامتی، معیشت، کرۂ ارض، تعلیم، صحت، ثقافت، ٹیکنالوجی، خاندان اور دنیا کو جوڑ کر ایک کل بناتے ہیں۔ یہی SOLIS کی روح ہے: نہ ٹیکنوکریسی، نہ نظریہ اور نہ کوئی تیار نسخہ، بلکہ ایک زندہ ربط، جسے وہ انسان اٹھاتے ہیں جو جانتے ہیں کہ آزادی، ذمہ داری، وقار اور پائیداری ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔ یہ ایک واضح قطب نما والا نظام ہے جو غلطیوں کی گنجائش دیتا ہے، ان سے سیکھتا ہے اور خود کو بہتر بناتا ہے۔

SOLIS کی ضرورت کیوں ہے

یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ اتنے جامع خاکے کی ضرورت کیوں ہے اور موجودہ نظاموں کی مرمت کیوں کافی نہیں۔ جواب یہ ہے کہ انسانیت ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جس کی اہمیت پہلے کی ہر چیز سے بڑھ کر ہے، اور یہ دوراہا بیک وقت کئی پہلوؤں میں کھل رہا ہے۔

سیاروی پہلو میں ہمارے پاس پہلی بار کرۂ ارض کو ناقابل رہائش بنانے کے ذرائع ہیں، اور ساتھ ہی اسے شفا دینے کی ٹیکنالوجیاں بھی۔ سوال صرف یہ ہے کہ ہم کون سی سمت چنتے ہیں، اور یہاں محض مرمت اب کافی نہیں۔ تکنیکی پہلو میں مصنوعی ذہانت، حیاتیاتی اور عصبی ٹیکنالوجیاں تیزی سے بڑھ رہی ہیں اور ہمیں جوڑ بھی سکتی ہیں اور توڑ بھی۔ فیصلہ کن یہ ہے کہ انہیں کون چلاتا ہے اور اخلاقی حدیں کون کھینچتا ہے۔ سماجی پہلو میں ہمارے پاس سب کو کھانا کھلانے، غربت ختم کرنے اور سب کے لیے تعلیم ممکن بنانے کا علم ہے۔ پھر بھی لاکھوں لوگ بھوکے ہیں اور عدم مساوات بڑھ رہی ہے، یوں یہ سوال اٹھتا ہے کہ ہم کب تک تماشا دیکھتے رہیں گے، بجائے اس کے کہ ایسے نظام بنائیں جو اس علم کو منصفانہ طور پر کارآمد بنائیں۔ اور ذہنی پہلو میں ایک دنیا ناقابل یقین ترقی کا جشن منا رہی ہے اور ساتھ ہی اندر سے جل کر راکھ ہو رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم ایسے معاشرے چاہتے ہیں جن میں انسان صرف چلتے رہیں، یا ایسے جن میں وہ کھل اٹھیں۔

یہ کسی دور کے مستقبل کا منظر نامہ نہیں بلکہ حال ہے۔ ہم پہلے ہی اس کھینچا تانی کی آزمائش کے درمیان جی رہے ہیں، ایک ایسی دنیا میں جو ترقی کا جشن مناتی ہے، ناانصافی کو پکا کرتی ہے، سیاسی طور پر بکھر رہی ہے، ماحولیاتی طور پر دہانے پر ہے اور ذہنی طور پر تھکی

ہوئی ہے۔ اسی لیے بات چھوٹی موٹی مرمت یا ان نظاموں میں پیوند کاری کی نہیں جو کب کے اپنی حدوں کو پہنچ چکے۔ بات ایک نئے فن تعمیر، ایک نئی بنیاد، ایک نئے سماجی معاہدے کی ہے، جو انسان، کرۂ ارض، ٹیکنالوجی اور معنی کو نئے سرے سے جوڑے۔ آخر میں اس سے کم کوئی سوال نہیں کہ ہم بطور انسانیت صرف زندہ کیسے نہ رہیں بلکہ پروان کیسے چڑھیں: ہم ایک ایسی تہذیب کیسے بنائیں جو بڑھے، سیکھے اور شفا دے، اس سیارے پر اور اس سے آگے بھی۔ اس کے لیے وقت تنگ ہے، کیونکہ ہر وہ نسل جو ہچکچاتی ہے، ذمہ داری ایک ایسی نسل پر ڈال دیتی ہے جس کے پاس شاید کوئی انتخاب ہی نہ رہے۔

عظیم خواب

SOLIS اصلاح کے کسی منصوبے، کسی سیاسی ایجنڈے یا کسی معاشی تصور سے بڑھ کر ہے۔ یہ ایک خواب ہے، ایک ہمہ گیر خواب، جو ہر نظریے، ہر جماعتی منشور اور ہر قومی مفاد سے بڑا ہے۔ وہ ایک ایسی دنیا کا خاکہ پیش کرتا ہے جس میں ہر بچے کو اپنی صلاحیتیں دریافت کرنے کا موقع ملے، اور کوئی صلاحیت صرف اس لیے ضائع نہ ہو کہ وہ

کسی معیار میں فٹ نہیں بیٹھتی۔ ایک ایسی دنیا جس میں کوئی بھوکا نہ ہو جبکہ دوسرے فراوانی میں جیتے ہوں، کیونکہ دولت کا مطلب علیحدگی نہیں بلکہ بانٹی ہوئی ذمہ داری ہے۔ ایک ایسی دنیا جس میں کام استحصال کے بجائے تکمیل لائے، جس میں ٹیکنالوجی انسان کی خدمت کرے اور الٹا نہ ہو، جس میں ہم فطرت سے لڑنے کے بجائے اس کے ساتھ تعاون کریں۔ ایک ایسی دنیا جس میں ثقافتیں جنگ کے بجائے ایک ساتھ رقص کریں، اور جس میں ہم ستاروں کی طرف فاتح بن کر نہیں بلکہ سیکھنے والے نگہبان بن کر دیکھیں۔

کچھ لوگ اعتراض کریں گے کہ یہ سننے میں خوبصورت ہے مگر غیر حقیقی ہے، اور انسان ایسے نہیں ہوتے۔ SOLIS اس کا دو طرح جواب دیتا ہے۔ پہلا، اس تصنیف نے کہیں بھی بہتر انسان فرض نہیں کیے۔ اس کا ہر جزو انہی انسانوں کے لیے بنایا گیا ہے جو موجود ہیں، خطا کار، خود غرض، لالچ میں آجانے والے، اور ٹھیک اسی لیے وہ قائم رہتا ہے۔ دوسرا، یہ خواب کوئی سادہ لوح سپنا نہیں بلکہ ایک پیمانہ ہے، کوئی تیار ہدف نہیں بلکہ ایک روشن لکیر، جس کی سمت نظاموں، فیصلوں اور ڈھانچوں کو موڑا جا سکتا ہے۔ سوال یہ نہیں کہ کیا ہم کامل دنیا تخلیق کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم اس سے کم پر قناعت کرنے سے انکار کریں گے جو ہم بہترین بن سکتے ہیں۔ ایسا خواب بیک وقت تین کام کرتا ہے۔ وہ امید دیتا ہے، یہ دکھا کر کہ

تبدیلی ممکن ہے اور مستقبل کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔ وہ سمت دیتا ہے، ترجیحات طے کرنے اور فیصلوں کو پرکھنے میں مدد دے کر۔ اور وہ معنی دیتا ہے، اس سوال کا جواب دے کر کہ ہم تبدیلی کی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں: کیونکہ ہم ایک ایسی دنیا کو قبول نہیں کرتے جس میں عدم مساوات، تباہی اور بدگمانی معمول ہوں۔ یوں وہ پورے کل کے اوپر ایک اندرونی ستارے کی طرح کھڑا ہے، جو تاریک لمحوں میں بھی سمت دیتا ہے، اور نگاہ کو اگلے انتخابی چکر سے آگے آنے والی نسلوں کی طرف موڑتا ہے۔

انسانیت کو پکار

یہ حصہ کوئی تجزیہ یا نظریہ نہیں بلکہ ایک اپیل ہے: آپ سے، مجھ سے، ہم سب سے۔ کیونکہ یہ کافی نہیں کہ اوپر والوں کے سب کچھ ٹھیک کرنے کا انتظار کیا جائے، یہ امید رکھی جائے کہ سیاست اور ادارے سب کچھ سنبھال لیں گے، یا یہ مانا جائے کہ کوئی نیا طاقتور آدمی یا کوئی کامل پروگرام ہمارے لیے سب کچھ کر دے گا۔ اسی طرح یہ بھی کافی نہیں کہ بدگمانی اور مایوسی میں پیچھے ہٹ جایا جائے، اسکرینوں اور

طنز کے پیچھے چھپا جائے، یا اس خیال سے خود کو چھوٹا کر لیا جائے کہ ایک اکیلا انسان ویسے بھی کچھ نہیں بدل سکتا۔

کیونکہ معاشرہ نہ حکومت ہے نہ نظام۔ معاشرہ ہم سب ہیں، اپنے روزمرہ فیصلوں، الفاظ اور اعمال کے ساتھ۔ ہر کوئی اپنے ماحول میں نئے راستے آزما سکتا ہے، زیادہ پائیدار طریقے سے جی سکتا ہے، زیادہ منصفانہ عمل کر سکتا ہے، زیادہ احتیاط سے بات کر سکتا ہے، دوسروں سے جڑ کر محلوں اور اقدامات کو مضبوط کر سکتا ہے، چھوٹے منصوبے شروع کر سکتا ہے، گفتگو چھیڑ سکتا ہے، ایک نمایاں مثال بن سکتا ہے اور علم آگے بڑھا سکتا ہے۔ اس کے لیے کسی نجات دہندہ یا بڑے رہنما کی ضرورت نہیں، بلکہ ایسے انسانوں کی ایک فیصلہ کن تعداد کی جو کہیں: ہم اسے مختلف چاہتے ہیں، ہم اسے بہتر چاہتے ہیں، اور ہم یہیں اور ابھی اس کا آغاز کرتے ہیں، اپنے وسائل سے اور اپنی زندگی میں۔ SOLIS اوپر سے آنے والا کوئی منصوبہ نہیں بلکہ ایک جال اور امکانات کا ایک میدان ہے، جس میں ہر حرکت، چاہے کتنی ہی چھوٹی ہو، ایک بڑی تبدیلی کا حصہ بن جاتی ہے۔

ذرا تصور کیجیے: ایک شہر میں ایک اسکول اپنی خوراک بدلنے، فیصلوں میں زیادہ شرکت کی اجازت دینے اور حاضر دماغی سکھانے لگتا ہے۔ ایک محلے میں لوگ مل کر توانائی پیدا کرنے اور عوامی جگہوں کو آباد کرنے لگتے ہیں۔ ایک ادارے میں شرکا اپنے کام کے اوقات نئے

سرے سے ترتیب دیتے ہیں اور آمدنی زیادہ منصفانہ طور پر بانٹتے ہیں۔ ان میں سے کوئی منصوبہ اکیلے دنیا نہیں بدلتا، مگر مل کر وہ ایک ایسا جال بناتے ہیں جو مسلسل گھنا اور مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ SOLIS کی پکار آپ پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہتی۔ وہ آپ کو دکھانا چاہتی ہے کہ آپ کسی بڑی چیز کا حصہ ہیں، کہ آپ کی ایک آواز ہے اور آپ بے بس نہیں۔ سوال یہ نہیں کہ کیا آپ سب کچھ بدل سکتے ہیں، بلکہ یہ کہ کیا آپ اپنا کردار ادا کرنے کو تیار ہیں، ہمت، دل اور امید کے ساتھ۔

اختتامیہ

یہ تصنیف اشرافیہ، علمی اداروں یا کانفرنسوں کے لیے نہیں لکھی گئی، اور نہ ان کاغذوں کے لیے جو درازوں میں گرد کھاتے ہیں۔ یہ ان انسانوں کے لیے لکھی گئی جو ہر روز کام کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں، دکھ سہتے ہیں اور امید رکھتے ہیں، اکثر خاموشی سے، اکثر نظر نہ آتے ہوئے، اکثر تھکے ہوئے، اور جو کبھی کبھی خود سے پوچھتے ہیں کہ کیا بس یہی سب کچھ تھا، یا باہر کوئی بڑی چیز ہے جو انہیں پکارتی ہے اور دوسروں سے جوڑتی ہے۔ SOLIS ان سب کے لیے ایک دعوت ہے جو محسوس کرتے ہیں کہ ان میں اس سے زیادہ ہے جتنا روزمرہ

زندگی اجازت دیتی ہے، اور جن میں بڑا سوچنے اور چھوٹے سے آغاز کرنے کی ہمت ہے۔

مارا کا کوئی وجود نہیں۔ باورچن کا نہیں، دریا کا نہیں، روشنیوں کے تہوار کا نہیں۔ مگر ان کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے، وہ جزو بہ جزو اس کتاب میں تعمیر کیا گیا ہے، اور ان انسانوں کے لیے تعمیر کیا گیا ہے جیسے وہ ہیں۔ یہی خواب اور خاکے کا فرق ہے۔

جو تصنیف مشورے اور فیصلے کے درمیان حد کھینچتی ہے، وہ اپنے بارے میں اسے چھپا نہیں سکتی۔ اس تصنیف کا خاکہ ایک انسان نے بنایا اور اسے لکھا۔ اس نظرثانی میں، جو اس نسخے کو پہلے سے الگ کرتی ہے، ایک مصنوعی ذہانت نے اس کی مدد کی۔ اس نے تضادات تلاش کیے، خلا کی نشاندہی کی اور جملے تجویز کیے۔ ہر لفظ کو اس نے خود جانچا، رد کیا اور اس کی ذمہ داری لی۔ مشین نے جواب کو روشن کیا۔ سوال انسان نے پوچھا۔

یوں یہ تصنیف ان کے نام ہے جو ابھی آنے والے ہیں۔ وہ ایک ایسی دنیا میں پروان چڑھیں جو انہیں صرف تحفظ ہی نہ دے بلکہ غذا اور طاقت بھی دے۔ یہ ان بزرگوں کے نام ہے جنہوں نے ہمیں اپنی کہانیاں دیں۔ ہم ان کی حکمت کی عزت کریں اور ان کے تجربات کو محفوظ رکھیں۔ اور یہ ان زندہ لوگوں کے نام ہے جو خوف اور امید کے درمیان ڈولتے ہیں۔ وہ پہچانیں کہ وہ اکیلے نہیں اور معنی

اور تعلق کی ان کی آرزو اتفاق نہیں بلکہ ایک پکار ہے۔ SOLIS اس میں نہ کوئی جامد عقیدہ بننا چاہتا ہے نہ کوئی مقدس صحیفہ، بلکہ ایک قطب نما، ایک اوزار، ایک پل اور ایک آغاز۔ وہ اندھی تقلید کی نہیں بلکہ مل کر سوچنے، مل کر محسوس کرنے اور مل کر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

کاغذ پر یہ کتاب یہیں ختم ہوتی ہے۔ مگر حقیقت میں یہ ختم نہیں ہوتی بلکہ شروع ہوتی ہے: ذہنوں میں، دلوں میں، گفتگوؤں میں اور ان سے جنم لینے والے اعمال میں۔ SOLIS ایک پل ہو، کوئی مورچہ نہیں، ایک روشنی ہو، طاقت کا مینار نہیں، ایک وعدہ ہو، کوئی حکم نہیں۔ بچوں کے لیے، بزرگوں کے لیے، ہمارے لیے، زمین کے لیے، ستاروں کے لیے اور زندگی کے لیے۔

SOLIS صرف تبھی زندہ ہے جب آپ اسے جیتے ہیں۔

System of Learning, Integrity and Sustainability

– SOLIS.